DUE DATE

Cl. No *Acc. No.*

Late Fine Ordinary Books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night Book Re. 1/- per day.

نمبر ۱ و ۲ جنوری و فروری سنہ ۱۹۲۰ء

دلگداز

اردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ

ایڈیٹر

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر

سب ایڈیٹر

مولوی محمد صدیق حسن صاحب

منیجر و پبلشر

از حکیم محمد سراج الحق عفا اللہ عنہ

دلگداز پریس میں چھپ کے لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خاں سے شائع ہوا

سنہ ۱۹۳۰ء

ہم مدت دراز سے ہر جانے والے برس کو رخصت اور آنے والے [illegible]
سال کا استقبال کرتے رہے ہیں۔ ان میں اچھے بھی تھے اور برے بھی۔ کسی کے [illegible]
[illegible] اور کسی کے [illegible]۔ مگر سال گزشتہ کچھ ایسے خوفناک اسلوب [illegible]
والے [illegible] اظہار حزن و ملال [illegible] مکلفہ [illegible]
[illegible] درحقیقت [illegible] قومی [illegible]
[illegible] اس میں [illegible] کی [illegible]
[illegible] شکایت کرنے [illegible]۔ لہذا ہم اب درحال مردہ ہیں۔ [illegible]
ادا کرنے کے لیے خدا کے سامنے دربار قیامت ہی میں لب کھول سکیں گے۔

۱۲۵۸ء مطابق ۶۵۶ھ میں [illegible] شیرازی نے خلافت بغداد کے زوال اور مستعصم باللہ کی ہلاکت کے موقع پر کہا تھا۔

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین ٭ بر زوال ملک مستعصم امیرالمومنین

اس سال ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳۴۳ھ میں زمانہ درد و الم کی آواز میں نوحہ [illegible]

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین ٭ بر زوال ملک عثمانی امیرالمومنین

مگر اس پہلے زوال خلافت کو دنیائے اسلام نے اتنا محسوس [illegible]
جتنا کہ فی الحال اہل اسلام اس صدمے سے خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔
۱۲۶۰ء کے وحشی و خونخوار تاتاریوں کو مصر کی سلطنت اسلامیہ [illegible]
شام و فلسطین کے میدانوں میں شکست دی تھی۔ اور چند روز [illegible]
تہذیب وحشی دین اسلام قبول کر گئے [illegible] اعلیٰ درجے کی مہذب [illegible]

حامیِ دینِ اسلام بن گئے تھے۔ مگر اب سنہ ۱۹۲۳ء میں اسلامی سلطنت کے قطعۃً پامال ہو جانے سے خود اسلام کو ضرر پہونچ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ پر اب غالب اثر موحدین کا نہیں بلکہ تثلیث پرستوں کا ہے۔

مسلمانوں کے اقوال و افعال اس موقع پر حرکاتِ مذبوحی کا حکم رکھتے ہیں۔ اور اس حالت میں جان دینے کے لیے اُن کا تڑپنا نہ کسی شریعت کے تابع ہو سکتا ہے اور نہ کسی قانون کے۔ انھوں نے کیا کیا نہ کیا۔ کانفرنسیں کیں اور جلسے ادب سے اور پھر گستاخی کے لہجے میں گورنمنٹ سے التجا کی کہ دولتِ عثمانیہ کو زوال و پامالی سے بچا لیا جائے۔ مگر اتحادیوں کو اس آخری کروسیڈ میں جو پرانے ہزار سال کے حریفوں پر غلبہ حاصل ہوا ہے۔ اور اُن کا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کو زیر کر لینے کے بعد زندہ چھوڑنا بیوقوفی ہے۔

بہرحال سنہ ۱۹۲۲ء نے اسلام کی سیاسی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اور مسلمان مجبور ہیں کہ اس موت کو برضا و رغبت یا بجبر و اکراہ قبول کریں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہر سال گذشتہ برس کے مشرح حالات ناظرین کے سامنے پیش کر دیے جاتے ہیں اسی طرح آج اس موقع پر ہم خلافت کی مختصر تاریخ بیان کر دیں جو گویا اب ختم ہو گئی۔

خلافت کا آغاز ربیع الاول سنہ ۱۱ھ سے ہوا جب کہ رسول خدا صلعم نے رفیقِ اعلیٰ کو قبول فرمایا۔ مدینۂ طیبہ کے چند باہمی اختلافات کے فرو ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے۔ حضور سرورِ عالم کی ذاتِ انور میں نبوت و حکومتِ دنیوی دونوں چیزیں جمع ہو گئی تھیں۔ نبوت و رسالت خاص خدا کی عطا کی ہوئی دولت ہے جو کسی کو ورثے میں نہیں مل سکتی۔ اور حضرت محمد صلعم دنیا کے آخری پیغمبر تھے۔ لہذا نبوت کا تو کوئی وارث نہ ہو سکتا تھا۔ مگر ہاں آپ کی حکومت و سلطنت کے لیے کسی جانشین کی ضرورت تھی جس کا کام یہ تھا کہ بغیر اس کے کہ منصوصات یعنی خدا و رسول کے احکام میں کسی قسم کا رد و بدل یا تصرف کرے غیر منصوص مسائل میں ذاتی اجتہاد سے کام لے کر دینِ الٰہی کی حمایت و حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کرتا رہے۔ حضرت صدیق اکبر نے

اس خدمت کو بہترین طریقے سے انجام دیا۔ اُس وقت تک خلیفہ منتخب ہونے کے لیے قریش کا گروہ مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کی کوئی خصوصیت نہ تھی کہ قریش میں سے کسی خاص خاندان یا نسل کے لوگ ہوں۔ حضرت صدیق کے بعد ۲۲ جمادی الاخری ۱۳ھ میں حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ہوئے جن کو دربار نبوت سے فاروق کا خطاب عطا ہوا تھا۔ اور اُن کے جانشین یکم محرم ۲۴ھ کو حضرت عثمان ذی النورین ہوئے۔

قریش میں یوں تو بہت سے گھرانے تھے۔ مگر اُن میں دو گھرانے نہایت ممتاز تھے جن میں کئی پشتوں سے سیادت و حکومت چلی آتی تھی۔ اول بنی ہاشم جس گھرانے میں خود حضرت رسول خدا صلعم پیدا ہوئے تھے۔ اور دوسرے بنی امیہ۔ یہ دونوں قریب اور بنی اعمام تھے۔ اور جاہلیت سے اُن میں باہم رقابت چلی آتی تھی۔ حضرت عثمان اسی آخری گھرانے یعنی بنی امیہ میں سے تھے۔ مگر اسلام نے اُن کو بہت سی فضیلتیں عطا کر دی تھیں جن میں سب سے بڑا فخر اُن کو یہ حاصل تھا کہ رسول خدا صلعم نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اُن کے نکاح میں [illegible] مگر [illegible] کی باہمی رقابتوں نے اُن کی [illegible] سے ناراضی [illegible] وہ کمال بے رحمی سے گھر کر اور سخت مظلومی و بیکسی کے ساتھ اپنے گھر میں [illegible] شہید ہوئے۔

[illegible] کے جانشین ۳۵ھ میں رسول خدا صلعم کے ابن عم اور داماد حضرت علی بن ابی طالب ہوئے۔ حضرت علی بنی ہاشم میں سے تھے۔ [illegible] حضرت عثمان [illegible] حضرت علی کی جانشینی خلافت رسول اللہ [illegible] بنی ہاشم و بنی امیہ کی رقابت کو جو [illegible] سے دب گئی تھی از سر نو زندہ کر دیا۔ چنانچہ والی شام جناب معاویہ نے جو بنی امیہ کے رکن اعظم تھے حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینا چاہا اور حضرت علی سے استدعا کی کہ قاتلان عثمان کا پتہ لگا کے ان پر قصاص جاری کریں۔ حضرت علی نے اس سے اپنی معذوری ظاہر فرمائی اور اُسی وقت سے اسلام میں بنی ہاشم و بنی امیہ کے جانبدار دو گروہ پیدا ہو گئے۔ ایک شیعیان علی اور دوسرے شیعیان عثمان۔

اس باہمی رقابت کی کشمکش میں ایک کوفی شریر النفس کے ہاتھ سے حضرت علی شہید ہو گئے اور آپ کی جگہ ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ ہجری ۶۵۹ء کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول خدا صلعم کے نواسے جانشین خلافت ہوئے۔

معاویہ کی مخالفت برابر جاری تھی۔ اُن کی طرف بڑے بڑے تجربہ کار مدبران سلطنت تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے رفقا میں چند ہی روز کے تجربہ سے نہ سچی وفاداری نظر آئی اور نہ پوری شجاعت لہذا آپ ربیع الاول سنہ ۴۱ ہجری میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اور معاویہ کو خلیفہ تسلیم فرما کے ساری دنیائے اسلام کی عنان حکمرانی اُن کے ہاتھ میں دے دی۔

خلافت کا یہ دور اولین جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر ختم ہوا خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ اُن بزرگوں نے [illegible] سے دین الٰہی کی [illegible] حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا [illegible] راشدین کی پیروی کرو۔ لہذا پانچوں محترم جانشینان منصب نبوت [illegible] عقیدے میں خلفائے راشدین تسلیم کیے گئے۔

جناب معاویہ کی ذات سے خلافت بنی امیہ [illegible] بیس سال حکومت کر کے جب سنہ ۶۰ ہجری [illegible] اور اُن کی وصیت کے مطابق اُن کا بیٹا یزید سریر خلافت پر بیٹھا۔ [illegible] نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اُس کے عہد میں [illegible] شہید ہوئے دنیا کو کبھی نہ بھولے گا۔

یزید تین سال سات مہینے خلافت کر کے [illegible] کو مر گیا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا نوعمر بیٹا معاویہ بن یزید [illegible] مگر چند ہی روز میں اُس نے خلافت سے بیزاری [illegible] کے محترم خاندان کا حق بتایا۔ اور اُس سے دستبردار [illegible] روز مر گیا۔

معاویہ بن یزید کے مر جانے کے بعد بنی امیہ [illegible] خلافت [illegible] اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو خلافت ہمارے گروہ سے نکل جائے [illegible]

کہ مکہ معظمہ مین عبداللہ بن زبیر نے یزید کی بدکاریون کو پیش کر کے اُس کی بیعت توڑ دی تھی اور خود مدعی خلافت ہوے تھے۔ آخر ملک شام مین تمام بنی امیہ نے مروان بن حکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جو دس مہینہ حکومت کر کے ۶۵ھ مین اپنی بیوی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اُس کا بیٹا عبدالملک بن مروان جانشین خلافت ہوا۔ جو خاندان بنی امیہ کا پانچوان خلیفہ ہے۔ اُس نے پہلا یہ کام کیا کہ اپنے سپہ سالار حجاج کو اُن کے مقابلے پر بھیج کر دنیا کو عبداللہ بن زبیر سے خالی کر دیا۔ بنی ہاشم کی مخالفت کو بالکل دبا دیا اور [illegible] مین جہاد اور فتوحات کا سلسلہ پھر جاری کر دیا جو جناب [illegible] مطلقاً رک گیا تھا۔ اُس کے سپہ سالار مغرب و مشرق مین برابر توحید کی آواز [illegible] چلے جاتے تھے۔ اور کوئی قوت اُن کو نہ روک سکتی تھی۔ [illegible] سال حکومت کر کے اُس نے ۸۶ھ مین سفر آخرت کیا اور اُس کا بیٹا ولید بن عبدالملک [illegible] خلافت ہوا۔ ولید کا زمانہ اپنے باپ کے عہد سے بھی زیادہ کامیاب تھا۔ [illegible] سارے زمانۂ اسلام مین ان باپ بیٹون سے زیادہ عظمت و [illegible] کی سلطنت کسی خلیفہ یا حکمران کو نہین نصیب ہوئی۔ ولید نے نو سال آٹھ مہینے حکومت کی۔ اور [illegible] الاخری ۹۶ھ م ۷۱۵ء مین دنیا سے رخصت ہوا۔ [illegible] اُس کا بھائی [illegible] بن عبدالملک باپ کے تخت خلافت پر بیٹھا۔ دو سال آٹھ مہینے حکومت کر کے [illegible] مر گیا۔ اور مروان کا نامور پوتا عمر بن عبدالعزیز ۹۹ھ مین اُس کا جانشین ہوا جو نہایت نیک نفس متقی و پرہیزگار اور بیدار خلیفہ تھا یہان تک کہ [illegible] اُس کو چھٹا خلیفۂ راشد بتاتے ہین۔ اور ایسے زاہد و عادل خلیفہ [illegible] دوسری صدی ہجری کا شروع ہونا مبارک فالی کی دلیل سمجھا گیا۔ مگر [illegible] فقط دو سال پانچ مہینے حکومت کی۔ اور ۱۰۱ھ م ۷۱۹ء مین [illegible] لوگون نے اُس کے [illegible] عبدالملک کے تیسرے بیٹے یزید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اُس نے چار سال [illegible] مہینے حکومت کر کے ۱۰۵ھ م ۷۲۳ء مین مسند خلافت کو خالی کر دیا۔ اور اُس کا جانشین عبدالملک کا چوتھا بیٹا ہشام ابن عبدالملک ہوا۔ اُس نے ۱۹ انیس سال خلافت کی۔ اور اُس کے مرنے پر ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۵ھ م ۷۴۳ء مین اُس کا بھتیجا ولید بن یزید خلیفہ ہوا۔ اس خلیفہ نے ایسی

بے اعتدالیاں کین کہ چودہ مہینے اور بیس روز ہی حکومت کرنے پایا تھا کہ لوگوں نے قصر خلافت کو گھیر کے اُسے قتل کر ڈالا۔ اب لوگوں نے اُس کے چچا ولید کے بیٹے یزید بن ولید کو جمادی الاخری ۱۲۶ھ م ۷۴۴ء میں خلیفہ بنایا۔ مگر اُس نے پانچ ہی مہینے عنان خلافت اپنے ہاتھ میں رکھی تھی کہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اُس کا بھائی ابراہیم بن ولید بن عبدالملک جانشین خلافت ہوا۔ مگر تین ہی مہینے خلیفہ رہ کر مسند خلافت سے اتار دیا گیا۔ اور اُس کی جگہ مروان الحمار خلیفہ ہوا۔ جو بنی امیہ کا آخری خلیفہ شام ہے

اس اندرونی ریشہ دوانیوں اور خفیہ سازشوں نے کھوکھلا [illegible] خاندان بنی امیہ کی بنیاد اس قدر کمزور کر دی تھی کہ یکایک بنی عباس یعنی رسول اللہ صلعم کے چچا کی اولاد کا علم سیاہ خراسان میں بلند ہو گیا۔ خلافت کی [illegible] مومن اور مروان چھ سال ہی حکومت کرنے پایا تھا کہ عباسیوں [illegible] سے شکست کھا کے بھاگا اور آخر اسیر ہو کر ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲ھ [illegible] سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔

حضرت معاویہ سے لے کر مروان حمار تک [illegible] بنی امیہ کے ۱۴ خلیفہ ہوئے جنہوں نے کل ۹۲ سال حکومت کی [illegible] خلافت راشدہ کے بعد سب سے زیادہ عظمت و جبروت کا [illegible] زمانہ تھا۔ اور قلمرو کی وسعت کے لحاظ سے [illegible] سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔

بنی عباس نے [illegible] خلافت پر متصرف ہو [illegible] بعد بنی امیہ کا قتل عام کیا۔ اُن کے بڈھوں بچوں تک کو چن چن کے قتل کیا۔ اُن [illegible] کی قبریں کھود کر لاشوں کو پھنکوا دیا۔ اور جب یہ جمیعت کا جوش کم ہوا تو اطمینان اور قوت سے حکومت کرنے لگے۔

بنی عباس کا پہلا خلیفہ عبداللہ ابو العباس سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے جس کے ہاتھ پر ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو لوگوں نے بیعت کی۔ اور چار سال آٹھ مہینے حکومت کر کے ۱۳۶ھ م ۷۵۳ء میں مر گیا اور اُس کا

جانشین اُس کا بھائی ابو جعفر منصور ہوا۔ جس نے ۲۲ سال حکمرانی کر کے سنہ ۱۵۸ھ م سنہ ۷۷۵ء میں وفات پائی۔

منصور کے بعد اس کا بیٹا مہدی خلیفہ ہوا۔ جو ۱۰ سال حکمران رہا۔ اور محرم سنہ ۱۶۹ھ م سنہ ۷۸۵ء میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کا جانشین اُس کا فرزند موسیٰ ہادی ہوا۔ وہ فقط ایک سال ڈیڑھ مہینہ حکومت کر کے مر گیا۔ اُس کا وارث اُس کا بھائی ہرون رشید ہوا جو اپنی عظمت و جلال کے باعث مورخین میں "اعظم" کے لقب سے مشہور ہے۔ ہرون رشید کا زمانہ فتوحات اور توسیع مملکت کا عہد نہ تھا مگر ہاں اُس کے عہد میں عربی و ایرانی معاشرت کی آمیزش سے اسلامی معاشرت بن رہی تھی۔ اور اسلامی فتحمندی و عظمت میں علوم و فنون اور ادب و شاعری کی ترقی سے دنیوی تہذیب و شائستگی کا رسیلا پن پیدا ہو رہا تھا۔ اب خلافت کا دربار ایک باعظمت و جبروت علمی دربار تھا جس میں تہذیب و تمدن کے تمام شعبے علمی ترتیب نشو و نما پا رہے تھے۔

ہرون رشید جب جمادی الآخری سنہ ۱۹۳ھ م سنہ ۸۰۹ء میں ملک بقا کا راہی ہوا تو اُس کے بڑے بیٹے امین الرشید نے عنان خلافت اپنے ہاتھ میں لی مگر تلون مزاجی کے باعث اُس کو سنبھال نہ سکا۔ فقط ۴ سال آٹھ مہینے مسند نشین خلافت رہا تھا کہ اپنے بھائی مامون رشید کے سپہ سالار دن کے ہاتھ سے بغداد میں محصور ہو کے محرم سنہ ۱۹۸ھ م سنہ ۸۱۳ء میں مارا گیا۔

اب مامون رشید خلیفہ ہوا جو ہرون رشید سے بھی زیادہ علم دوست تھا۔ اُس کے عہد میں اسلام کی علمی و تہذیبی زندگی کمال کے درجے کو پہونچ گئی۔ یہاں تک کہ ۱۸ رجب سنہ ۲۱۸ھ م سنہ ۸۳۳ء کو مامون رہگرائے عالم آخرت ہوا۔ اور اُس کی وصیت کے بموجب اُس کا بھائی ابو اسحٰق المعتصم باللہ خلیفہ ہوا۔ جس نے ۱۹ ربیع الاول سنہ ۲۲۷ھ م سنہ ۸۴۲ء میں وفات پائی۔ معتصم کے زمانے میں عربی النسل خاندان دولت و امارت کے اثر سے اس قدر بیکار و کاہل اور گستاخ و نافرمان ہو گئے تھے کہ اس نے ترکی غلاموں کی ایک نئی فوج مرتب کی جس کے سپاہی نہایت ہی توانا تنومند چست و چالاک اور مطیع و منقاد تھے۔ اسی لشکر کے قیام کے لیے اُس نے سرمن رائے (سامرہ)

کو لشکر گاہ قرار دیا۔ مگر یہی لشکر آخر کار خلافت کے تنزل و زوال کا باعث ثابت ہوا۔

معتصم کے بعد اُس کے بیٹے ابو جعفر ہرون نے مسند نشین خلافت ہو کر الواثق باللہ کا لقب اختیار کیا جس [illegible] ذی الحجہ سنہ ۲۳۲ھ مطابق سنہ ۸۴۷ء کو دنیا خالی ہو گئی اور اُس کے بیٹا جعفر المتوکل علی اللہ [illegible] کا قائم کیا ہوا لشکر اس قدر حاوی تھا کہ [illegible] خلافت کو ہاتھ کا کھلونا بنا لیا تھا۔ چنانچہ متوکل چودہ سال [illegible] ان [illegible] کے ترک سرداروں کے ہاتھ سے ۵ شوال سنہ ۲۴۷ھ [illegible] کو [illegible] کی سازش میں خود اُس کا بیٹا المنتصر باللہ شریک تھا جس کے [illegible] مگر وہ [illegible] بھی [illegible] مسند نشین کرنے [illegible] میں مر گیا۔

[illegible] نے المعتصم [illegible] کے [illegible] خلیفہ [illegible] جس نے [illegible] المستعین باللہ کا لقب اختیار کیا [illegible] سال حکومت کی [illegible] مزاج [illegible] نے اُس کے بھتیجے [illegible] المعتز باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دونوں [illegible] میں لڑائی چھڑ گئی آخر مستعین خود ہی خلافت سے دستبردار ہو گیا اور سنہ ۲۵۲ھ [illegible] میں اُس [illegible] نے معتز کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مگر ترک سرداروں کی چیرہ دستی بڑھتی جاتی تھی چنانچہ معتز تین سال نو مہینے [illegible] حکومت کرنے پایا تھا کہ ترکوں نے سنہ ۲۵۵ھ میں اُس کو نہایت ذلیل کر کے اور بہت بری طرح پیاسا قتل کیا۔

المعتز کے بعد واثق باللہ کے بیٹے ابو عبداللہ محمد المہتدی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ اس کو پورے ایک سال بھر خلافت کرنا [illegible] تھا کہ اپنے ترک سپہ سالاروں کے ہاتھ [illegible] ترکوں [illegible] کے ساتھ سنہ ۲۵۶ھ میں مارا گیا۔ اس کے بعد متوکل کا بیٹا ابو العباس احمد قید خانے سے نکال کے سریر خلافت پر بٹھایا گیا۔ اور اُس نے المعتمد [illegible] لقب اختیار کیا۔

المعتمد کو خلافت کرنے کے لیے ۲۳ سال کا زمانہ مل گیا۔ ۲۷۹ھ مطابق ۸۹۲ء
میں مرا۔ اور اُس کا بھتیجا احمد معتضد باللہ کا لقب اختیار کر کے سریرآرائے خلافت
ہوا۔ نو سال ساڑھے نو مہینے خلیفہ رہکر ۲۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ مطابق ۹۰۲ء کو وہ بھی
مر گیا۔ اور جانشینی خلافت اُس کے بیٹے علی الملقب بہ المکتفی باللہ کو ملی۔ اُس نے
ساڑھے چھ سال حکومت کی اور ۱۲ ذی قعدہ ۲۹۵ھ مطابق ۹۰۸ء میں عالم آخرت
کی راہ لی۔ اب معتضد باللہ کا دوسرا بیٹا جعفر المقتدر تیرہ سال کی عمر میں مسند خلافت پر بٹھایا
گیا۔ مگر نابالغی ہی کے باعث ایک ہی سال کے اندر ۲۰ ربیع الاول ۲۹۶ھ کو تخت سے
اُتار دیا گیا اور اُس کی جگہ المعتز بن المتوکل باللہ کے بیٹے عبداللہ بن معتز کو دی گئی۔ جو
بنی عباس کا نامور شاعر ہے اور اس کا دیوان آج تک عربی ادب کا بہترین زیور
تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر اس بدنصیب شاعر خلیفہ کو پورے ایک دن بھی حکومت کرنا
نصیب ہوا۔ تخت پر بیٹھے چند ہی گھنٹے ہوے تھے کہ مخالفوں نے شورش کی اور
اُسے مسند خلافت پر سے ڈھکیل کے پھر نابالغ المقتدر کو خلیفہ بنا لیا۔ اب المقتدر
۳۱۷ھ تک سریر خلافت پر متصرف رہا تھا کہ پھر مخالفت نے زور کیا۔ اور اُس کو
تخت سے ہٹا کے اُسکی جگہ ابوالمنصور محمد القاہر باللہ سریر آرا کیا گیا۔ مگر ارکان دولت
کو اس سے بھی اطمینان نہ ہوا۔ چنانچہ چند روز کے اندر اُسے معزول کر کے پھر المقتدر باللہ
کو خلیفہ بنا لیا۔ مقتدر نے تینوں بار میں کل ۲۵ سال حکومت کی۔ اور آخر ۲۲ شوال
۳۲۰ھ مطابق ۹۳۲ء کو قتل کیا گیا۔ اور اُس کی جگہ معتضد کے بیٹے محمد القاہر بامر اللہ
کو دی گئی۔ وہ ڈیڑھ ہی سال حکومت کرنے پایا تھا کہ اندھا کر کے ۳۲۲ھ میں
سریر خلافت پر سے اُتار دیا گیا۔

اب مقتدر کا بیٹا محمد الراضی باللہ جانشین خلافت ہوا۔ اور ۶ سال ۱۰ مہینے
حکومت کر کے ربیع الاول ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۱ء میں رہ نورد آخرت ہوا۔ اور اُس کی
جانشینی اُسکے بھائی ابراہیم المکتفی باللہ کو ملی جو دو سال گیارہ مہینے خلیفہ رہنے پایا تھا کہ ۳۳۲ھ مطابق
۹۴۴ء میں اندھا کر کے تخت سے اُتار دیا گیا اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے عبداللہ المستکفی باللہ
کو دی گئی۔ اُس نے ایک سال چار ہی مہینے حکومت کی ہو گی کہ جمادی الاخری
۳۳۴ھ مطابق ۹۴۶ء میں وہ بھی خلافت سے معزول کیا گیا۔ اور تخت خلافت پر

لوگون نے مقتدر کے بیٹے فضل کو بٹھایا جس نے المطیع للہ کا لقب اختیار کر کے اُنتیس ۲۹ سال چار مہینے فرمان روائی کی۔ مگر انجام اس کا بھی وہی ہوا کہ ذیقعدہ ۳۶۳ھ مطابق ۹۷۴ء مین خلافت سے علیحدہ ہو گیا اور اُس کے بیٹے عبدالکریم الطائع للہ نے تخت خلافت پر قدم رکھا۔ مگر وہ بھی سترہ سال نو مہینے جانشین رسالت رہ کر ۳۸۱ھ مطابق ۹۹۱ء مین مسند خلافت سے اُتار دیا گیا۔

اب مقتدر کے بیٹے ابو العباس احمد القادر باللہ کے ہاتھ پر لوگون نے بیعت کی اور اُس نے اکتالیس سال چار مہینے خلافت کر کے ذی الحجہ ۴۲۲ھ ۱۰۳۱ء مین سفر آخرت کیا۔ اور اُس کا بیٹا القاسم بامر اللہ وارث خلافت ہوا چوالیس سال آٹھ مہینے جلوہ فرماے سریر خلافت رہا۔ اور شعبان ۴۶۷ھ ۱۰۷۵ء مین عالم بقا کی راہ لی۔ اس کا وارث اُس کا بیٹا المقتدی بامر اللہ ہوا جو اُنیس سال پانچ مہینے خلافت کر کے ۸ محرم ۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء کو راہی عدم ہوا۔ اُس کے بعد مسند خلافت پر اُس کا فرزند ابو العباس احمد المستظہر باللہ بیٹھا۔ اور چوبیس سال تین مہینے مرجع اسلام رہ کر ۲۴ ربیع الآخر ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء کو انتقال کر گیا۔

اب اُس کا بیٹا ابو الفضل منصور المسترشد باللہ مسند خلافت پر بیٹھا۔ اس کے زمانے مین سلجوقیون کا بڑا زور تھا۔ چنانچہ اس سے مسعود بن ملک شاہ سلجوقی سے سخت لڑائی ہوئی۔ اور وہ اُنیس ۱۹ سال حکومت کرنے پایا تھا کہ اُس سے لڑتا ہوا عین معرکہ کارزار مین مارا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۵۲۹ھ ۱۱۳۵ء مین پیش آیا۔ اور اُس کے بعد مسند خلافت پر اُس کا فرزند ابو جعفر منصور الراشد باللہ بیٹھا مگر اُس کو ایک ہی سال خلافت کرنے گذرا تھا کہ سلجوقی فرمان روا مسعود نے بغداد پر قابض ہو کر ۵۳۰ھ مین تخت خلافت سے اُتار دیا۔ اور اُس کے چچا محمد المقتفی لامر اللہ بن مستظہر کو خلیفہ بنا دیا۔ المقتفی نے پچیس سال خلافت کی اور ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ ۱۱۶۰ء مین سفر آخرت کیا۔

مقتفی کے بعد اُس کا بیٹا یوسف المستنجد باللہ خلیفہ ہوا جو گیارہ سال خلافت کر کے ۹ ربیع الاول ۵۶۶ھ ۱۱۷۰ء کو آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔ اور خلافت اُس کے ورثے مین اُس کے بیٹے محمد المستضی بنور اللہ کو ملی۔ وہ

کچھ اوپر نو سال خلافت کرکے ۵۷۵ھ م ۱۱۸۰ء کو رودنورد عالم جاودان ہوا۔ اب اُس کے بیٹے احمد الناصرلدین کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اُس نے سینتالیس برس خلافت کی۔ اور ۶۲۲ھ م ۱۲۲۵ء مین دنیا سے رخصت ہوگیا۔

اُس زمانے مین خلفاے بنی عباس مین کوئی قوت وسطوت تو باقی نہ تھی مگر اُن کا دینی اثر اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اُس کے نام کا خطبہ مشرق مین چین تک اور مغرب مین اندلس تک پڑھا جاتا جو مرجعیت اس سے پہلے کسی خلیفۂ اسلام کو نہین نصیب ہوئی تھی۔

الناصر کے بعد اُس کا بیٹا محمد الظاہر بامر اللہ خلیفہ ہوا۔ مگر نو ہی مہینے کے بعد ۶۲۳ھ م ۱۲۲۶ء مین مرگیا۔ اب الظاہر کا بیٹا ابو جعفر المنتصر باللہ خلیفہ ہوا جو سترہ سال خلافت کرکے ۶۳۹ھ م ۱۲۴۱ء مین عازم آخرت ہوا۔ اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے المستعصم باللہ کو ملی جو بغداد مین سب سے پچھلا عباسی خلیفہ تھا۔

اُن دنون بغداد مین شیعہ سُنی کا جھگڑا بہت زورون پر تھا دیلمیون کے اقتدار نے شیعون کا اور سلجوقیون کی قوت نے سنیون کا تعصب بڑھا دیا تھا۔ المستعصم سُنی تھا مگر انتظامی حالت اور رعایا کے باہمی تعصبات سے غافل۔ اُس کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا۔ جس نے کوشش شروع کی کہ سنی خلافت ہی کا خاتمہ کرکے سنیون کی شورشون کو ہمیشہ کے لیے مٹا دے۔

دنیا مین اُن دنون تاتاریون کا زور تھا۔ اُنھون نے سارے ایران مین قتل وغارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ دیلمیون اور الموت کی کوہستانی سلطنت باطنیہ کو پامال کر چکے تھے۔ ابن علقمی نے تاتاری سپہ سالار ہلاکو خان کو عراق و بغداد کی طرف بلایا۔ اور المستعصم کو غافل رکھ کے خلافت کے پاس جو کچھ فوجی قوت باقی تھی اُس کو بھی مٹا دیا۔ آخر ہلاکو خان لاکھون بہائم صفت تاتاریون کے ساتھ آیا اور بغداد کا محاصرہ کرلیا۔ خلیفہ کو جب کوئی مفر نہ نظر آیا تو امان مانگی۔ ہلاکو نے امان دی۔ اور جب تاتاری جنگجو کے عہد وپیمان پر بھروسہ کرکے وہ اپنے اعزا علما اور ارکان دولت کے ساتھ اس سے ملنے کو گیا تو سب لوگ اسیر کرلیے گئے پھر جب مستعصم نے اپنا سارا خزانہ اور زر وجواہر منگوا کے حاضر کردیے تو اپنے تمام

ہمراہیون کے ساتھ کمال بیرحمی و بدعہدی سے ۱۴ صفر ۶۵۶ھ م ۱۲۵۸ء م روز چارشنبہ کو قتل کیا گیا۔ اب تاتاریون نے بغداد کو لوٹا۔ سارے شہر مین آگ لگائی۔ عالیشان عمارتین جلا کے خاک کر دین۔ کتب خانے جلائے اور دریا مین بہائے۔ اور خدا جانے کتنے دنون تک قتل عام کرتے رہے۔ زن و مرد اور بوڑھے بچے سب اُن کے ہاتھ سے قتل ہوے۔ اور جب انسان نہ رہے تو جوش بہیمیت مین وہ جانورون کو قتل کر کر کے خونخواری کی آگ بجھانے لگے۔ غرض چھ سو برس مین خلافت نے جو کچھ ملی و دینوی دولت حاصل کی تھی سب دم بھر مین تباہ و برباد ہو گئی۔ سعدی بیان شیراز نے اس واقعے کی کیسی دردناک اور جگر خراش تصویر دکھائی ہے۔ فرماتے ہین :—

اے محمدؐ گر قیامت می برآری سر ز خاک ۔۔۔ سر برآور وین قیامت درمیان خلق بین
نازنینان حرم را خون خلق نازنین ۔۔۔ ز آستان بگذشت و ما را خون دل از آستین
زینہار از دور گیتی و انقلاب روزگار ۔۔۔ در خیال کس نگشتے کانچنان گردد چنین
دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکت بیت الحرام ۔۔۔ قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر زمین
خون فرزندان عم مصطفےٰ شد ریختہ ۔۔۔ ہم بر آن خاکے کہ سلطانان نہادندے جبین

بغداد مین خلافت عباسیہ کا جب اور جس طریقے سے استیصال ہوا۔ اس کا حال ہم بیان کر چکے۔ اس کے بعد خلافت اسلامیہ جس شان اور جس عنوان سے رہی اُس کا حال ہم آیندہ بیان کرین گے۔

دار الخلافت اسلام

چونکہ خلافت اسلام کا مسلمانون اور عیسائیون دونون کے ہاتھون خاتمہ ہوا چاہتا ہے لہذا خلافت کی تاریخ کے ساتھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دار الخلافت اسلام کے تغیرات و انقلابات سے بھی ہم مسلمانون کو آگاہ کر دین۔

حضور سرور عالم صلعم نے چونکہ اپنے دار الہجرت مدینہ طیبہ مین سفر آخرت فرمایا لہذا اسلام کا پہلا دار الخلافت وہی محترم شہر قرار پایا۔

حضرت عثمان ذی النورین کے عہد مین جب مصر و عراق کے بیرونی مفسدون کی سازشون اور کیادیون سے سادہ دربار خلافت ایک طوفان زدہ کشتی کی طرح ڈگمگا رہا تھا جناب معاویہ نے حضرت خلافت پناہی کو مشورہ دیا کہ آپ مدینے کو چھوڑ کر دمشق مین چلے آیئے یا اپنی حفاظت کے لیے ایک باضابطہ فوج رکھیے جس کو مین شام سے بھیج دونگا۔ مگر جناب ذی النورین نے کمال بےنفسی سے یہی جواب دیا کہ نہ مین جوار رسول اللہ صلعم کو چھوڑ دونگا۔ اور نہ اپنی حفاظت کے لیے کوئی فوج مقرر کرکے جوار رسول خدا صلعم کے لوگون کو سختی مین مبتلا کر دونگا۔ انجام یہ ہوا کہ مفسدان مصر و عراق کے نرغے مین پڑکر آپ کمال مظلومی کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور مسند خلافت کو ابن عم رسول اللہ علی مرتضیٰ نے زینت دی۔

جمل اور صفین کی لڑائیون نے حضرت علیؓ کو دار الہجرت مدینہ سے نکالا۔ مگر یہ ایک سخت غلطی تھی جس پر حضرت علی مرتضیٰ وقتی مصالح اور اقتضاے زمانہ سے مجبور ہوگئے۔ سچ یہ ہے کہ اگر حضرت علی مدینہ سے نہ نکلتے تو باغیون اور سرکشون کا بھی اسی طرح استیصال ہو جاتا جس طرح حضرت صدیق اکبر کے عہد مین مرتدون اور مدعیان نبوت کا ہوا تھا۔ اور خلافت بھی ہمیشہ کے لیے بیرونی آفتون سے مامون و محفوظ ہو جاتی۔ اس لیے کہ حجاز کی سرزمین سے زیادہ کوئی مرکز سلطنت بیرونی آفتون سے مامون نہین ہو سکتا۔

اسلام کی بدقسمتی سے حضرت علیؓ کے زمانے مین کوفہ کا سا بدنام شہر مرکز اسلام قرار پا گیا جہان کی بیوفائی اور دغابازی ضرب المثل ہے۔ اور اسی کا سبب تھا کہ حضرت علیؓ کے عہد مین خلافت کو باوجود حریفون پر غالب آنے اور فتحین حاصل ہونے کے نہ کامیابی حاصل ہوئی اور نہ کوفہ ایک گھڑی کے لیے بھی ایسا مرکز اسلام اور دار الخلافت بن سکا کہ ساری قلمرو اسلام اس کی مطیع فرمان ہو۔ حضرت علی کی شہادت کے چند ہی روز بعد جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ربیع الاولی ۴۱ھ مین خلافت سے دست بردار ہو کر معاویہ کی خلافت تسلیم فرمائی تو آپ پھر مدینہ طیبہ مین آکر عزلت گزین

ہو گئی۔ اور معاویہ چونکہ دمشق مین رہتے تھے لہذا اسی سال سے شام کا قدیم ترین شہر دمشق اسلام کا دار الخلافت قرار پا گیا۔

حضرت معاویہ سے خلافت بنی امیہ کا دور شروع ہوا اور اُس دور مین آخر تک دار الخلافت اسلام دمشق ہی رہا۔ اور تمام خلفا سے بنی امیہ نے اپنا دربار اُسی پُر فضا شہر مین قائم رکھا۔ اگرچہ خلیفہ ہشام نے شہر رصافہ مین سکونت اختیار کی تھی۔ اور خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے شہر خناصرہ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ مگر اُن دونون خلیفون کے عہد مین بھی اُن کا ذاتی مسکن چاہے کہین ہو دربار خلافت کا مرکز و مستقر دمشق ہی رہا۔

جب زمانے نے بنی امیہ کا ورق اُلٹا اور بنی عباس کا عہد شروع ہوا تو اُن کے پہلے خلیفہ سفاح کا مرکز خلافت دولت عجم کا قدیم شہر انبار تھا۔ اُس کے بعد جب دوسرا عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور مسند خلافت پر بیٹھا تو اُس نے پہلے شہر ہاشمیہ مین قیام کیا بعد ازان دجلہ کے کنارے شہر بغداد کی بنیاد ڈالی اور اُس شہر کو اپنا دار الخلافت قرار دے دیا۔ اب اِس وقت سے اِس اسلامی دربار کا مرکز و مستقر ہمیشہ شہر بغداد تھا۔ المعتصم باللہ نے جو مامون رشید کے بعد ہوا تھا۔ شہر سُرّمن راٰے (سامرہ) کی بنیاد ڈالی۔ اور دربار خلافت کو اُس مین منتقل کر لیا۔ اُس کے بیٹے ہٰرون الواثق باللہ نے اپنے نام سے شہر ہارونیہ آباد کیا۔ اور دربار خلافت کو اُس مین لے گیا۔ پھر اُس کے بھائی جعفر متوکل نے ہارونیہ کے پہلو مین جعفریہ کو بسایا۔ خود اُس مین رہا اور دربار خلافت کو بھی اُسی نئی بستی مین بلا لیا۔

متوکل کے بعد جب المعتمد علی اللہ کا زمانہ آیا تو اُس نے پھر بغداد کی سکونت اختیار کی اور دربار خلافت کو پھر اپنے اگلے مرکز دار السلام بغداد مین جگہ ملی۔ اُس کے بعد سے خلفا بغداد ہی مین رہنے۔ اور آخری خلیفہ المستعصم کے زمانے تک بغداد ہی مرکز اسلام اور دار الخلافت رہا۔ یہان تک کہ تاتاریون نے وہان کے تمام رہنے والون کو قتل کیا۔ اور عمارتون کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس قدر پامال کیا کہ اپنے نزدیک اس قدیم عباسی دار الخلافت کا نام و نشان تک

مٹا دیا۔

بعد ازان جب مصر مین ایک عباسی خلیفہ نزادے نے دعوائے خلافت کیا اور وہان کے سلطان اور عالمون اور قاضیون نے اُس کے نسب اور حق کو تسلیم کر لیا تو وہان ایک نئی خلافت قائم ہوگئی جو سلطنت و حکومت سے معرّی تھی مگر اس کا حق رکھتی تھی کہ سلطان سلاطین اسلام کی حکومتون کو تسلیم کرے اور انھین معزز خطابون سے سرفراز کرے بہرحال اس وقت سے خلافت عباسیہ کا مرکز و مستقر مصر کا شہر قاہرہ ہوگیا۔ یہ دربار خلافت مصر مین ۶۵۹ھ مین آیا تھا، ۲۶۲ سال تک وہان رہا جبکہ سلاطین مصر بہ اعتبار عزت و حرمت ان کے ماتحت اور بہ لحاظ حکومت اُن کے حاکم تھے۔ خلفا کی فلاح کا دارومدار اُن کی رضامندی و مرحمت پر تھا آخر محرم ۹۲۳ھ کو دولت عثمانیہ کے نامور تاجدار سلطان سلیم نے مصر پر قبضہ کر کے پرانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس موقع پر آخری خلیفہ عباسی المتوکل علی اللہ نے حق خلافت سلطان مذکور کو عطا کر دیا۔ اور علامت خلافت کے طور پر جو تبرکات دینی خلیفہ مذکور کے قبضہ مین تھے یعنی حضور سرور عالم کا بنایا علم آپ کی تلوار اور آپ کی ردائے مبارک وہ بھی سلطان کے حوالے کر دیے۔ یہی زمانہ ہے جب سے دولت عثمانیہ کے تاجدارون نے خلافت کا دعوےٰ کیا۔ اور اُن کے فرمان روا سلاطین خلیفہ و جانشین پیغمبر تسلیم کیے جانے لگے۔

ان سلاطین کا مستقر چونکہ شہر قسطنطنیہ تھا اس لیے اب خلافت کا مستقر بھی بجائے قاہرہ کے قسطنطنیہ قرار پا گیا۔ جو اس وقت سے آج تک مرکز خلافت اور اسلامی قوت کا مستقر رہا۔

جہان تک کہ اس وقت تک پیش آتا رہا ہے خود خلفا چاہے مقتول و معزول ہوتے ہون مگر دار الخلافت سوا اس کے کہ خود کسی خلیفہ نے اختیار کر لیا ہو۔ جبراً انھین بدلوایا گیا۔ مگر اب دیکھیے آیندہ کیا واقعات پیش آتے ہین۔

اب مختلف کوششین جاری ہین۔ ایک طرف تو شریف مکہ بغاوت و عہدی اور حرم کعبہ کی بے حرمتی کرانے کے صلے مین امیر المومنین و خلیفۃ اللہ

فی ارضہ تسلیم کیے جانے کے مدعی ہین۔ اگر اُن کا دعویٰ مان لیا گیا تو پھر مکہ معظمہ دارالخلافت قرار پا گیا۔ حالانکہ روایات اسلامی کی بنا پر دنیا کا جو شہر چاہے دارالخلافت بنا لیا جاسے مگر مکہ معظمہ نہین بن سکتا۔ اس لیے کہ یہ وہ شہر ہے جس کو حضور رسول خدا صلعم چھوڑ کے چلے گئے اور فتح کرنے کے بعد بھی اس کو اپنا مرکز حکومت آپ نے نہین بنایا۔

چند روز تک مکہ مین بیٹھ کے عبداللہ بن زبیر نے دعواے خلافت کیا تھا مگر اُن کا دعویٰ اُن کی زندگی کی آخری گھڑی تک دنیاے اسلام کا مرکز نہین تسلیم کیا گیا تھا۔ بلکہ اُن کے زمانے مین چونکہ ہمیشہ لڑائی چھڑی رہی بعض جلیل القدر صحابیون نے حج کے لیے داخل مکہ ہونا بھی نہین پسند کیا۔

دوسری طرف ساری دنیا کے مسلمانون کے اصرار پر موجودہ سلطان المعظم قسطنطنیہ مین تو رکھے جاتے ہین مگر شہر قسطنطنیہ اور اُنکا دارالخلافہ اُن کی قلمرو سے خارج کیا جاتا ہے۔ یعنی سلطان کی سلطنت تو اناطولیا مین رہے مگر وہ خود قسطنطنیہ مین رہین جس پر غیر مسلم فرمان رواؤن کا قبضہ ہو۔ یہ "خانۂ ملاح در چین است و کشتی در فرنگ" کا عجیب و غریب نظام ہم نہین سمجھ سکتے کہ کیسا ہوگا۔ اور جو خلیفہ اس شان سے رہے اُس کی خلافت کیسی ہوگی۔

مگر نہ مسلمانون نے شریف مکہ کی خلافت کو اور نہ ترکون نے اپنی سلطنت کے اس انوکھے نظام کو ابھی تک تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا ہم نہین کہہ سکتے کہ آئندہ کیا ہوگا۔

حکیم اور اُن کا فن

حکیم کے اصلی معنی "عقلمند" اور "دانا" کے ہین - مگر اہل علم کی اصطلاح مین یہ ممتاز لقب اُن فلسفیون کے لیے مخصوص ہے جو اشیا کی ماہیت اور نظام عالم کی نوعیت سے واقف ہون - اور قوانین و افعال فطرت پر غور کرتے رہتے ہون - چند روز بعد حکیم اُن لوگون کا لقب ہو گیا جو فن علاج سے ماہر ہون اور صحت انسانی کے محفوظ رکھنے اور بیماریون کے دفع کرنے کی تدبیرین جانتے اور بتاتے ہون - یہ انقلاب عربی و فارسی ہی مین نہین ہوا - بلکہ یونانی مین بھی پہلے فلسفی حکیم کہلاتے تھے اور آخر مین طبیب و معالج لوگون پر یہ خطاب مل گیا یونانی اِس فن کو "ہسطروا" کہتے تھے اور رومی "میڈیسی" جس سے انگریزی کا لفظ "مے ڈی سن" نکلا ہے -

آغاز عہد تاریخ سے تو نظر آتا ہے کہ تمام قومون مین یہ فن مذہبی پیشوایان دین تک محدود تھا - اور وحشی قومون مین آج بھی قوم کے مذہبی پیشوا اپنے معتقدون اور پیروون کے معالج ہوا کرتے ہین - یہی حال قدیم مصریون اور بابلیون کا تھا اور یہی حال یونانیون کا -

مگر یونانیون مین یہ فن تھوڑے ہی زمانے مین ایک ممتاز مستقل علم بن گیا - اور جو لوگ اس فن کو اختیار کرتے اُن کی ملک مین بڑی عزت اور قدر و منزلت ہوتی - آج بھی دنیا کے بعض عجائب خانون مین چند ایسے تمغے موجود ہین جن کو یونانیون نے ... قدیم مین دنیا کو [illegible]

کے شہر سمرتا دالون نے بعض ایسے اطبا کے لیے بنوایا تھا جو لوگون کا علاج کرتے تھے اور عوام مین حاذق حکیم صاحب مشہور تھے۔

اوراق تاریخ کے تفحص کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اُن دنون عام رواج تھا کہ یونان کی ریاستین اپنے مخصوص طبیب رکھتی تھین جن کو پبلک کی فیاضی سے مشاہرہ ملا کرتا۔ جیسے کہ عرب کے عہد جاہلیت مین اور نیز اسلام کے بعد اکثر قبائل اپنے مخصوص طبیب رکھتے جو اُسی قبیلہ کی طرف منسوب ہوتے۔ اور اُن قبائل کو اُن کے کمال طبی پہ ناز ہوتا۔ اور دیگر قبیلون کے لوگ اُسی طبیب وحکیم کے لحاظ سے اُس قبیلہ کی عزت کرتے۔

یونانیون کے بعد رومیون مین بھی طب کی بڑی قدر ہونے لگی۔ چنانچہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جولیس قیصر نے غیر اقوام و ممالک کے طبیبون کو جو روم مین مطب کرتے خاص اہل روم کے حقوق عطا کر دیے تھے۔ آگسٹس قیصر نے ایک خطرناک مرض سے صحت پانے کے بعد اپنے معالج طبیبون کو ایک[ع] لوگون کے طبقہ مین شامل کر دیا تھا۔ بعدازان جراحی کو رومیون مین اس قدر ترقی ہوئی کہ ساری قلمرو روم مین جتنے لشکر تھے سب مین باضابطہ سرجن (جراح) موجود تھے۔ اور بہت سے سیل جن کو وہ اپنی تیار کی ہوئی دواؤن اور مرہمون کے ظروف پر لگایا کرتے تھے آج بھی یورپ اور انگلستان مین برآمد ہوے ہین۔

اس کا حال بالکل نہین معلوم کہ قدیم الایام مین طب کی تعلیم کیونکر دیجاتی تھی مگر مسیحی شہنشاہون کے عہد مین ہمین یہ نظر آتا ہے کہ اطبا اُسوقت مطب کرنے کے مجاز ہوتے جب قابل وحاذق اطباے روزگار کو اپنی قابلیت کا امتحان دے کر کامیاب ہو جاتین۔ چنانچہ آرکی اسے ٹر یعنی افسرالاطبا جو سلطنت کے نہایت مسلم و معتمد علیہ طبیب ہوتے اُن کو یہ اقتدار حاصل ہوتا کہ امیدواران طبابت کا امتحان لین اور اُن کو لیسنس یا سند طبابت عطا کرتین۔ اور اگر کوئی طبیب بغیر سند حاصل کیے مطب کرنے لگتا تو اُس پہ سخت جرمانہ کیا جاتا۔

ع۔ ایک رومیون مین معزز شہسوارون اور امیرون کا ایک طبقہ تھا جس کے لوگ درجے اور رتبے مین ارکان مجلس حکمرانی کے بعد سب سے اعلیٰ سمجھے جاتے۔

مذکورہ افسر الاطبائی کا خطاب کہتے ہین کہ پہلے پہل ظالم قیصر نیرو کے طبیب آندروماخس کو ملا۔ ابتداءً یہ محض ایک اعزازی خطاب تھا مگر چند روز بعد وہ فن طب کی ایک اعلیٰ ڈگری کا نام ہو گیا جو صرف مہتممان محکمۂ طبابت کو دیجاتی۔

زوال دولت روم کے بعد یورپ پر جو عام جہالت طاری ہو گئی تھی اُس نے فن طب کو بھی بالکل مٹا دیا تھا۔ اور اب مسیحی دنیا مین طبیبون اور حکیمون کا غالباً وہی درجہ ہو گا جو فی الحال ہندوستان مین ہمارے یونانی اطبا کا ہے کہ ہر طبیب اپنی مرجعیت اور اپنے زیر علاج لوگون کے درجے اور رتبے کے لحاظ سے عزت و رسوخ حاصل کیا کرتا ہے۔ مگر ان دنون علاج معالجہ زیادہ تر پادریون اور راہبون سے وابستہ تھا اُس کا اتنا اثر مسلمانون مین بھی منتقل ہو آیا کہ مسلمان فقرا اور زہاد و عباد اپنے روحانی کمالات کے ساتھ بہت سے مجرب نسخے بھی بتایا کرتے ہین خصوصاً حاجی وارث علی شاہ صاحب مرحوم کے مرید فقیر ان مین سے بہت کم ہین جو اپنی زبان آوری سے اپنے مجربات کے سامنے بڑے بڑے اطبائے حاذق کو ہیچ اور بیکار ثابت کر دیا کرتے ہین۔

اس کے ساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مقتدایان ملت مسیحی کو چونکہ خون بہانے کی قطعاً ممانعت تھی لہذا انھون نے فن جراحی کو مطلقاً ترک کر دیا۔ اور چیرنا پھاڑنا ایک ادنےٰ طبقے کے گروہ سے متعلق ہو گیا۔ جن سے مراد "جراح" ہین جس کا انجام یہ ہوا کہ قرون وسطیٰ مین جراحی بالکل معرض زوال مین آگئی۔

اسی زمانے مین عربون نے علوم کی طرف توجہ کی۔ اور جن لوگون سے اُنھون نے فن طب کو حاصل کیا وہ یہی لوگ تھے جو جراحی کو اپنے درجے سے کم اور ایک ذلیل حقیر پیشہ تصور کرتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان مین یہ کام صرف نائیون اور حجامون کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

ہندوون نے بھی اپنے زمانۂ عروج و ترقی مین فن طب کو بہت

ترقی دی۔ اور اپنی جستجو اور اپنے علمی تجربون سے نہایت اعلیٰ درجے کے سریع الاثر اجزا تلاش کر لیے جو صحت انسانی کے حق مین اکسیر کا حکم رکھتے تھے۔ اور عربون نے جس طرح یہود و نصاریٰ سے کسب علوم کیا اُسی طرح ہنود کو بھی خلافت کے دربارون مین بلا کر اُن کے تجربون کو اپنے فن مین شامل کر لیا۔ مگر ہمین اس کا مطلق پتہ نہین لگتا کہ ہندوستان کے دور قدیم مین جراحی کی کیا حالت تھی۔ بادی النظر مین ہندوؤن کے اہل علم مسیحیون سے بھی زیادہ خون گرانے اور جسم انسان کے چاک کرنے کے خلاف تھے۔ لہذا اُن مین بھی جراحی کا پتہ نہین لگتا۔ یا تو تھی ہی نہین اور اگر تھی بھی تو بہت ادنے درجے پر۔ اس لیے کہ ہندوستانی بیدون کو ہم جراحی سے بہت دور پاتے ہین۔

مسلمانون نے ابتداءً جب علوم و فنون کو دیگر اقوام و امم سے اخذ کیا ہے اِن نقصانات سے وہ بری تھے۔ اور بہت دنون تک اُن مین نہ اتقیا و زہاد اطبائے حاذق کی رقابت کا دعوی کرتے تھے۔ نہ مجرب نسخون کو زہد و تقوے کا ضمیمہ تصور کیا جاتا تھا۔ اور نہ اُنھین جراحی کے پیشہ سے عار تھا۔ دربار خلافت مین ہم صدہا ایسے طبیب پاتے ہین جو اگر اعلیٰ درجے کے طبیب تھے تو بے نظیر جراح بھی تھے۔ ماسوا اِس کے ہم بہت سے ایسے سرجنون کو بھی پاتے ہین جو رتبے اور درجے مین اطبائے معالج سے گرے ہوے نہ تھے۔

مسلمانون مین جو یہ طبیبون اور جراحون کا تفرقہ ہوا اُس کا باعث ہمارے خیال مین صرف اُن کے مسیحی اُستادون کی پیروی نہ تھی بلکہ درباری اور اعلیٰ قدر و منزلت نے اُن مین نفاست مزاجی اور صفائی اس درجے تک بڑھا دی کہ زخمون کو چیر کر خون اور مواد مین ہاتھ بھرنے کو وہ مستکرہ سمجھنے لگے۔ اور چند روز کے اندر جس طرح اُن مین جہاد کا ولولہ کم ہوا اُسی طرح اُنھین جراحی سے بھی نفرت ہو گئی۔

مگر طب کی طرف مسلمانون کو توجہ ہوئی تو اِس فن مین اُن کا انہماک اس قدر بڑھ گیا کہ چند ہی صدیون مین ہزارون کتابین تصنیف ہو گئین۔ اور یونانیون کا طبی لٹریچر اُن کے کارنامون کے آگے گرد ہو گیا۔

بیمارستان اور شفاخانے ساری قلمرو اسلام میں قائم ہو گئے جہان حاذق ترین اطبا اور کامل ترین جراح مریضون کا علاج کرتے اور مشرق سے مغرب تک ہر جگہ تجربہ کارون کا جال پھیلے ہوئے تھے۔ اور مشرق و مغرب کے مدارس علمی مین طب کی اعلیٰ ترین تعلیم ہو رہی تھی۔

مغرب و اسپین کے اسلامی مدارس خاص مین یورپ کے لوگون نے آ آکر تعلیم پانا شروع کی جو یورپ کی قلمرو سے نکل کے بہ آزادی اس فن کو حاصل کرتے۔ اور اپنے وطن مین جا کر پاپاؤن کے منشا کے خلاف (جو علوم و فنون کے سخت ترین دشمن تھے) پھیلے چکے ہین۔ یہ ہمطلبون کو طبیب بنا دیا کرتے۔ چنانچہ اسی شوق نے یورپ کی موجودہ ڈاکٹری پیدا کی۔ اگر غور سے دیکھا جائے اور اندلس کی کتب طبیہ کا مطالعہ کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ اُن مین مزاج کی بحث متروک تھی اور سرجری (جراحی) اعلیٰ ترین درجہ کمال کو پہونچی ہوئی تھی۔ اور یہی دو باتین دراصل طب یونانی اور ڈاکٹری مین مابہ الامتیاز ہین۔

کاٹون کا متبرک تاج

اسلام نے خالص توحید کا ایسا سبق دیا تھا اور تصویر پرستی کی ایسی شدید ممانعت کر دی تھی کہ ہجرت کی پہلی صدیون مین بجز مساجد ثلثہ کہ مدینہ و بیت المقدس اور قرآن مجید کے آنحضرت صلعم یا اکابر صحابہ کا کوئی ایسا تبرک نہ تھا جو بہ طور یادگار کے محفوظ رکھا گیا ہوا اور اُس کی زیارت کو لوگ دور دور سے آیا کرتے ہون مگر مسیحیون مین ایسی متبرک چیزون کی اس قدر کثرت تھی کہ وہ اپنے اصلی معبود یا معبودون کو بھول کر ہمہ تن تبرکات پرستی مین مصروف تھے۔ اُنھین کی دیکھا دیکھی مسلمانون مین بھی تبرکات پرستی کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ قرون ثلثہ کے ختم ہوتے ہی جا بجا قدم رسول اور موے مبارک نظر آنے لگے آنحضرت صلعم کی ایک چادر جو آپ نے کعب کو خوش ہو کر اپنی چادر عطا فرما دی تھی شاعر نے اُس کو محفوظ رکھا اور بہت بڑی قیمت پر فروخت کیا بعد ازان اُس کی نہایت قدر ہوئی اور یہ تبرک کیا ہوئی قسطنطنیہ کے

خزانۂ تبرکات مین ایسی ہی بعض چیزین بتائی جاتی ہین مگر ابتدائی صدیون مین ان چیزون کا مطلق پتہ نہ تھا اور نہ اُن کی کوئی صحیح تاریخ بتائی جا سکتی ہے۔

مگر عیسائیون مین تبرکات پرستی کی کوئی حد نہایت نہ تھی قسطنطین کی مان ہلینا نے سب سے پہلے وہ اصلی صلیب زمین سے کھود کے برآمد کی جس پر حضرت مسیح کا مصلوب ہونا تسلیم کیا جاتا تھا۔ پھر وہ برچھا بھی جس نے حضرت مسیح کا خون بہایا تھا کسی خوش نصیب سقف کے ہاتھ لگ گیا دوسری صلیبی لڑائی مین انطاکیہ مین ایک پادری صاحب کو وہ نیزہ بھی مل گیا جو مصلوب ہونے کے بعد حضرت مسیح کے جسم مین پیوست کر دیا گیا تھا۔ اور آخر وہ کانٹون کا تاج بھی مل گیا جو مصلوب ہونے سے پہلے حضرت مسیح کو پہنایا گیا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ولیون شہیدون اور پیشوایان سلف کی ہڈیان خاص چیزین تھین جو تبرک سمجھ کے رکھی جاتی تھین جن کی تعظیم و تکریم بلکہ پرستش کی جاتی اور عوام کے لیے اُنھین چیزون کی تعظیم کرنا اصلی مسیحیت بن گیا تھا۔

اس مضمون مین ہم اُس کانٹون کے تاج کی مختصر تاریخ بیان کرنا چاہتے ہین جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے۔

بالڈون ثانی شہنشاہ قسطنطنیہ جس نے اپنی بھتیجی سلطان محمد خوارزم شاہ کے عقد مین دیدی تھی اُن دنون وہ بلغاریہ والون کے ہاتھون سے عاجز تھا اور نہایت ہی تباہ حال ہو رہا تھا۔ مگر اس تباہی کے زمانے مین بھی اُس کے پاس ایک اتنی بڑی دولت موجود تھی جو ساری مسیحی دنیا مین اور کسی کو نصیب نہ تھی۔ وہ یہی کانٹون کا تاج تھا۔ اصلی صلیب بھی قسطنطنیہ ہی مین تھی مگر اُس کے اتنے ٹکڑے کٹ کٹ کر ممالک دور و دراز مین چلے گئے تھے کہ جرم کی کمی سے اُس کی عظمت و برکت مین بھی ایک حد تک فرق پڑ گیا تھا۔ علاوہ برین یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ یہ صلیب ابتداءً چند سال تک زرتشتیون کے قبضے مین رہی تھی۔ پھر اُن سے ملی تو چند صدیون کے بعد مسلمانون کے قبضے مین چلی گئی۔ چنانچہ ان امور نے اس متبرک صلیب کو بالکل مشتبہ کر دیا تھا۔

مگر مصلوبیت مسیح کی دوسری یادگار جو قسطنطنیہ کے شاہی گرجے مین محفوظ تھی یہی کانٹون کا تاج تھا۔ یہ نہین معلوم کہ یہ تاج کیونکر اور کہان سے

دستیاب ہوا۔ مگر اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اُس زمانے مین سب سے زیادہ برکت کی چیز وہی تاج تصور کیا جاتا تھا۔

قدیم مصر والون مین رواج تھا کہ اپنے مان باپ کی ممیون (مردہ لاشون) کو رہن رکھوا دیا کرتے جس کے معنی یہ تھے کہ اپنی عزت اور مذہب دونون کو رہن رکھتے ہین۔ ہم نے اپنے یہان بھی سنا ہو کہ اگلے دنون بعض بانکے شرفا اپنی مونچھ کے بالون کو گرو رکھا کرتے اور روپیہ ادا کرنے کے لیے جتنی مضبوط ضمانت یہ ہوا کرتی اور کوئی نہ تھی۔ اسی طرح شہنشاہ قسطنطنیہ کی غیبت مین اُس کے دربار کے رومانی امرا نے اِس مقدس تاج کی ضمانت پر تیرہ ہزار ایک سو چونتیس اشرفیان قرض لے لین۔ مگر جتنی مدت کے اندر اُس قرض کے ادا کرنے کا وعدہ تھا اُس مین نہ ادا ہو سکا۔ اور قرضخواہون نے تقاضے مین سختی شروع کی۔

اس موقع پر وینس کا ایک دولتمند شخص نقولاس قرینی درمیان مین پڑا اور اُس نے بے صبر قرضخواہون کو یون اطمینان دلایا کہ آیندہ یہ تاج شہر وینس مین رہے گا اور ایک مختصر مدت قرار دے کے قسطنطنیہ والون سے اقرار لے لیا۔ کہ اس مدت کے اندر اگر پورا روپیہ نہ ادا ہو سکا تو وہ متبرک تاج شہر وینس ہی کی ملکیت ہو جائے گا۔ آخر جب یہ نظر آیا کہ یہ مدت بھی قریب الانقضا ہے تو اپنے قومی و دینی نقصان کے اندیشے سے رومانی امرا نے شاہنشاہ کو متنبہ کیا۔ شہنشاہ بالڈون کو نظر آیا کہ سلطنت اس قدر مفلس ہو رہی ہے کہ سات ہزار پونڈ کا بار اُس کے ادا کیے نہ ادا ہو سکے گا لہذا ارادہ کیا کہ اس نعمت بے بہا اور دولت دینی کو وینس والون سے زبردستی چھین لے اور نہایت عزت و وقار کے ساتھ اس کو کسی ایسے بادشاہ کے قبضے مین دیدے جس کو مسیحیت کا زیادہ پاس و لحاظ ہو۔ اور دین کا سچا دلدادہ ہو۔ چنانچہ شاہ فرانس سے اقرار ہوا کہ وہ قرض کی رقم ادا کر کے اُس تاج کو اپنے وہان منگوا لے۔ وینس والون سے اگرچہ زبردستی چھیننے کا ارادہ تھا۔ مگر شہنشاہ بالڈون نے نامہ و پیام مین تہذیب و شائستگی سے کام لیا۔ ایک دینی یادگار کی نسبت بیچنے کا نام

بھی آجاتا تو محترم بزرگان ملت مسیحی اور اولیاے زمانہ چونک پڑتے کہ ایک متبرک مذہبی چیز کے معاوضے مین نقد روپیہ کا نام لیا گیا۔ اسی اندیشے سے واجب الادا قرض کی رقم کی جگہ کہا گیا "ہدیہ قبول کیا جائے"۔ بعدازان دو پادری فرانس سے وینس مین بھیجے گئے تاکہ قرض کی رقم ادا کر کے اُس مقدس تاج کو اپنے قبضے مین کرین جو سمندر کے خطرون اور دریائی لٹیرون کی دست برد سے بچ گیا تھا۔

ان پادریون کے سامنے چوبی صندوق کھولا گیا جس پر وینس کے حاکم "ڈاج" اور دیگر امرا کی مہرین تھین۔ یہ سب مہرین ایک چاندی کے صندوقچہ پر لگی ہوئی تھین۔ مہرین توڑ کر نقرئی صندوقچہ کو کھولا تو اس کے اندر ایک سونے کے ڈبے مین وہ مصلوبیت مسیح کی یادگار یعنی کانٹون کا تاج ملا۔ وینس والون نے بڑے پس و پیش کے بعد بمجبوری قوت اور انصاف کا فیصلہ منظور کیا اور قرضے کی رقم لے کر متبرک تاج سے دست بردار ہوگئے

اب اس تاج کو فرانس مین لے جانا تھا۔ راستہ مین جرمنی شہنشاہ فریڈرک کی قلمرو پڑتی تھی جس نے مذہبی ادب و حرمت کے خیال سے اُس تاج کے نہایت ہی عزت کے ساتھ گزر جانے کی اجازت دی۔ اور پادریون اور عقیدتمند مسیحیون کا ایک شاندار جلوس اس دینی دولت کو لے کر روانہ ہوا۔ شاہ فرانس اور اُس کا سارا دربار استقبال کے لیے اپنے سرحدی علاقے صوبۂ شامپین تک بڑھ آیا۔ اور یہان سے پیرس تک خود بادشاہ فرانس ننگے پاؤن اور ننگے سر فقط ایک کرتا پہنے ہوئے جلوس کے ہمراہ تھا جس مین اب فرانس کے لشکر اور امرا کا بہت بڑا گروہ مل گیا۔ اس شان و شکوہ سے یہ تاج فرانس مین پہونچا۔ شہنشاہ بالڈون کو اس دولت کے ہاتھ سے نکل جانے کا بڑا ملال تھا۔ جس کی تسکین شاہ فرانس نے یون کر دی کہ دس ہزار چاندی کے سکے اُسے دے دیے گئے۔ اور وہ اس پر مطمئن ہو گیا۔

رومانی شہنشاہ بالڈون کو اس معاملت کی کامیابی سے شوق

پیدا ہوا کہ اپنے خزانے کے دیگر دینی تبرکات کو بھی پیش کرے جن مین اصلی صلیب کا ایک بہت بڑا اور سب سے زیادہ معتبر ٹکڑا - ابن اللہ کا بچپن کا کرتا - وہ نیزہ جس سے مصلوبیت کے بعد اُن کا جسم چھیدا گیا تھا - رومال جس سے اُن کا خون پونچھا گیا تھا - زنجیر جس مین وہ باندھے گئے تھے - حضرت موسیٰ کا عصا - اور بپتسمہ دینے والے یوحنا کی کھوپری کا ایک ٹکڑا تھا - اور جب یہ تبرکات بھی فرانس مین پہونچ گئے تو سینٹ لوئی نے بیس ہزار مارک (سکہ) صرف کر کے پیرس کے مقدس گرجے کی بنیاد ڈالی -

اس قسم کے تبرکات کی سندون کا پتہ لگانا غیر ممکن ہے - بادی النظر مین دیکھیے تو بجز اس کے کہ مصنوعی اور وضعی طریق پر پیدا کر لیے گئے اور کوئی موجہ بات نہین کہی جا سکتی - مگر عقیدت ہر قسم کے شبہات کو رفع کر دیتی ہے - اور کسی کی مجال نہین کہ اُن کی اصلیت مین ذرا بھی شبہہ کرے - اور مقول گبن کے اُن کی تصدیق کسی انسانی شہادت پر نہین کیجا سکتی - سچ یہ ہے کہ جو لوگ معجزات و کرامات کے گرویدہ ہین ایسی چیزون کا فوراً اعتبار کر لیتے مین چنانچہ کہتے ہین کہ قرون ماضیہ مین کسی شخص کے لاعلاج ناسور مین اُس تاج کا ایک کانٹا خوش اعتقادی کے ساتھ چھو یا گیا - فرانس کے مقدس مقتدا اور خوش اعتقاد لوگ اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے سب کو نظر آیا کہ وہ ناسور اچھا ہو گیا - اور اس کے بعد پھر کسی کی مجال نہ تھی کہ اُس تاج کے اصلی ہونے مین ذرا بھی شک کرے -

---

مابقی تاریخ خلافت

سنہ ۶۵۶ھ مین جب بغداد کا آخری خلیفہ المستعصم باللہ تاتاریون کے ہاتھ سے شہید ہوا تو دنیائے اسلام بے خلیفہ کے رہ گئی - اور اس کو ہر جگہ مسلمانون نے محسوس کیا - اُن کو نظر آتا تھا کہ اسلام بے پشت و پناہ ہے - اور تمدن توحید کا شیرازہ ٹوٹا ہوا - اہل اسلام کو یہ واقعہ قیامت سے کم نہین نظر آتا تھا اور کوئی بات کسی کے بنائے نہ بنتی تھی -

تاتاری جب عراق سے آگے بڑھے اور شام مین قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو فرمانروائے مصر نے جان پر کھیل کے اُن پر حملہ کیا۔ اور اُس میدان مین سینہ چاک مسلمانون نے ایسے جوش و خروش سے مقابلہ کیا کہ تاتاری شکست کھا کے بھاگے اور جدھر بھاگے گئے قتل ہوتے گئے۔ اس فتح کی خبر جیسے ہی عراق کے مصیبت زدہ مسلمانون کو ہوئی۔ جو صحراؤن مین مارے مارے پھرتے تھے تو بنی عباس کے ایک خلیفہ زادے کو بھی معلوم ہوا۔ یہ مستعصم باللہ کے چچا المستنصر باللہ کے بھائی اور خلیفہ الظاہر بامر اللہ کے فرزند ابوالقاسم احمد تھے۔ المستعصم کے زمانے مین وہ قید خانے مین تھے۔ تاتاریون کے [illegible] تو جان بچانے کے لیے بدوی قبائل عراق مین چلے گئے اور خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

مسلمانون کے ہاتھ سے تاتاریون کے شکست کھانے کا حال سنتے ہی بہت سے اعزا اور بدوی سردارون کو اپنے ہمراہ لے کر مصر کی طرف چلے اور ۹ رجب ۶۵۹ھ کو قاہرہ مین داخل ہوے۔ اُن کے آنے کی خبر جیسے ہی [illegible] سے ہوئی تو سلطان مصر ملک الظاہر اپنے ارکان دولت قاضیون فقیہون اور بڑے بڑے محترم مقتدایان امت کو ساتھ لے کر اُن کے استقبال کو نکلا۔ اس موقع پر اہل شہر کا جوش مسرت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ قاہرہ کے عیسائی بھی انجیل و صلیب کو لے کر اور یہودی بھی اپنی توریۃ کو لیے ہوے استقبال کرنے والون مین شریک تھے۔ اور خلیفہ اسلام کے ویسے ہی دلدادہ تھے جیسے کہ خود مسلمان تھے۔ ابوالقاسم موصوف باب النصر کی طرف سے بڑے جلوس اور نہایت کر و فر کے ساتھ شہر مین داخل ہوے۔

اُن کے ورود کے گیارہ روز بعد ۱۳ رجب سنہ مذکور کو قصر جبل مین ایک دربار عام ہوا۔ سلطان مصر ملک الظاہر اور تمام علما و قضاۃ اور اکابر شہر اُس مین شریک ہوے۔ اس مجمع کے سامنے ابوالقاسم نے کھڑے ہو کر اپنا نام و نسب ظاہر کیا۔ فوراً قاضی تاج الدین نے جو تمام علما مین ممتاز تھے کھڑے ہو کر اُن کے دعوے کی تصدیق تصدیق ہوتے ہی سب سے پہلے

شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے اُن کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ بعد ازان سلطان مصر نے بیعت کی۔ پھر قاضی تاج الدین نے اور اُن کے بعد تمام علما و امرا نے کی۔ ابوالقاسم نے اس وقت سے المستنصر باللہ کا لقب اختیار کیا اور بعد اس کے کہ تین سال تک دنیا کسی خلیفہ سے خالی رہی مصر مین خلافت عباسیہ کا دوبارہ دور شروع ہو گیا۔

مگر اس وقت تک کسی کا یہ خیال نہ تھا کہ آیندہ خلیفہ کا قیام قاہرہ ہی مین رہے گا۔ بلکہ یہ سمجھا گیا تھا کہ نئے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت اگرچہ مصر مین ہوئی مگر وہ عراق مین واپس جا کر دارالسلام بغداد مین اپنے آبائی مسند خلافت کو مانوس کرے گا۔ چنانچہ چند ہی روز بعد المستنصر باللہ نے سلطان مصر سے بغداد جانے کی اجازت مانگی۔ سلطان نے اجازت ہی نہیں دی بلکہ مجاہدین کا ایک لشکر جرار بھی خلیفہ کے ساتھ کر دیا۔ شام کے انتہائی حدود تک پہونچا گئے۔ ابتدا مین سلطان ظاہر اور المستنصر دونون قاہرہ سے روانہ ہو کر ذیقعدہ کو دمشق مین پہونچے۔ وہان جمعہ کی نماز دونون نے ساتھ ادا کی اور اس کے بعد ملک ظاہر مصر مین واپس آیا اور المستنصر مجاہدین کے ساتھ آگے بڑھا تاکہ بغداد کو مغلون سے مقابلہ کر کے لینا تھا۔

یہ لوگ علاقہ الجزیرہ کے شہر ہیت تک پہونچے تھے کہ تاتاریون کے ایک لشکر عظیم سے مقابلہ ہو گیا۔ اس معرکہ مین مسلمان اگرچہ جان پر کھیل کر لڑے مگر دشمن کا لشکر زبردست تھا۔ شکست کھائی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اور خلیفہ المستنصر کا پتہ نہ لگا کہ کیا ہوا۔ یہ المناک واقعہ ۳ محرم ۶۶۰ھ ۱۲۶۱ع کو پیش آیا۔

المستنصر کے ہمراہیون مین سے جو لوگ بھاگ کر جان بچا سکے اُن مین ایک ابوالعباس احمد عباسی تھا جو خلیفہ المسترشد باللہ کی نسل مین سے تھا وہ بھاگتا ہوا رحبہ مین پہونچا اور عیسیٰ بن مہنا نام وہان کے حاکم سے ملا عیسیٰ نے اس کی اطلاع مصر مین ملک الظاہر سے کی اور اس نے فوراً بلوا لیا۔ ابوالعباس ۲۷ ربیع الآخر ۶۶۱ھ کو قاہرہ مین داخل ہوا۔ جہان نہایت

ذوق وشوق سے اُس کا استقبال ہوا - اور قلعۂ جبل مین ٹھہرایا گیا - چند روز بعد ۸ محرم ۶۶۱ھ یوم پنجشنبہ کو سلطان مصر نے ایک عظیم الشان دربار کیا - اس دربار مین جب ابو العباس نے اپنے نسب کو ثابت کر دیا تو سب نے اس کو خلیفہ تسلیم کیا - اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی - اس خلیفہ نے اپنے لیے الحاکم بامر اللہ کا لقب اختیار کیا - اس کی یہ حالت رہی کہ ہمیشہ لوگون کو تاتاریون پر جہاد کرنے کے لیے ابھارتا رہتا تھا آخر ۱۸ - جمادی الاول ۷۰۱ھ کو جمعہ کے دن اُس نے انتقال کیا اور اُس کا فرزند ابو الربیع سلیمان خلیفہ منتخب کیا گیا جس نے المستکفی باللہ کا لقب اختیار کیا - ابتدا ئً سکے اور خطبے دونون مین اُسکا نام رہا - مگر آخر مین سکہ تو سلطان مصر کے نام کا ہو گیا - ہان خطبے مین البتہ خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا -

سلطان مصر اُن دنون ملک الناصر تھا - اس سے اور المستکفی سے ایسے گہرے تعلقات تھے کہ جلوت و خلوت مین ہمیشہ ساتھ رہتے - ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور ساتھ ہی شکار کو جاتے - تاتاریون کے مقابل جہاد پر بھی ساتھ ہی گئے - اور بالکل بھائی بھائی نظر آتے تھے مگر ۷۳۶ھ مین بعض دراندازون نے تفرقہ ڈال دیا - آخر سلطان کے حکم سے وہ مقام قوص مین جا کے رہا - اور وہین شعبان ۷۴۰ھ مین سفر آخرت کیا -

المستکفی نے وصیت کر دی تھی کہ اُن کے بعد اُن کا بیٹا احمد خلیفہ بنایا جائے مگر ملک الناصر اُن کے اس قدر خلاف تھا کہ اس وصیت کو نہ مانا - اور اُن کے بھتیجے ابراہیم کو بلا کے خلیفہ قرار دیا - اور سب نے ۳ رمضان ۷۴۰ھ کو اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی - اور انھون نے الواثق باللہ کا لقب اختیار کیا - اس کو ایک ہی سال گزرا ہو گا کہ ملک الناصر مرض موت مین مبتلا ہوا - اور اُس وقت اپنے کیے پر پچھتایا - چنانچہ مرتے وقت وصیت کر دی کہ الواثق باللہ خلافت سے معزول کر دیا جائے اور اُس کی جگہ لوگ المستکفی کے بیٹے احمد کے ہاتھ پر بیعت کرین - چنانچہ ملک الناصر کی وفات کے بعد جب اُس کا بیٹا ابو بکر منصور سلطان ہوا تو اس نے ایک بڑا بھاری

دربار کرکے استحقاق خلافت کے معاملے مین قاضیون اور فقیہون سے بحث کی۔ اور جب المستکفی کے بیٹے احمد کی موافقت مین فیصلہ ہوا تو الواثق کی بیعت سب نے توڑ دی۔ اور احمد کے ہاتھ پر بیعت کی گئی جس نے پہلے تو المستنصر باللہ کا لقب اختیار کیا۔ پھر تھوڑے دنون کے بعد اس کو منسوخ کرکے اپنے دادا کا لقب الحاکم بامر اللہ اختیار کرلیا اور ۷۵۲ھ کے وسط (۱۳۵۲ء) مین اُس نے وفات پائی اُس نے کسی کے لیے جانشینی کی وصیت نہین کی تھی۔ چنانچہ علما و اکابر قوم نے بالاتفاق اُس کے بھائی ابوبکر بن المستکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور اُس نے المعتضد باللہ کا لقب خلافت اختیار کیا۔ اس خلیفہ نے دس سال خلافت کرکے ۱۸ جمادی الاولی ۷۶۳ھ (۱۳۶۱ء) شب چہارشنبہ کو انتقال کیا۔ اور ولی عہد اپنے بیٹے ابو عبداللہ محمد کو قرار دے گیا۔ جس کے ہاتھ پر مسلمانون نے بیعت کی۔ اور اُس نے المتوکل علی اللہ کا لقب اختیار کیا۔

ان دنون فرمانروائے مصر ملک الظاہر برقوق تھا۔ ۷۸۵ھ مین اُسے پتہ لگا کہ میرے قتل کے لیے ایک سازش ہوئی تھی جس مین خلیفہ المتوکل علی اللہ بھی شریک تھا۔ اس پر طیش مین آکر اُس نے تمام علما و فضلا اور قاضیون کو جمع کرکے اُن سے خواہش کی کہ خلیفہ کی معزولی کا فتویٰ دین۔ مگر سب نے قطعاً انکار کیا۔ اور واپس چلے گئے۔ تب برقوق نے بہ جور و ظلم اپنی حکومت کے برتے پر خلیفہ کو معزول کرکے ایک قلعہ مین قید کردیا۔ اور الحاکم بامر اللہ کے پوتے عمر بن ابراہیم کو بلا کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ عمر نے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی الواثق باللہ اپنا لقب قرار دیا۔ چند روز بعد برقوق کو اپنی بے اعتدالی پر تنبہ ہوا۔ اور متوکل کو قید سے نکال کے اپنے محل مین لایا۔ عزت و حرمت سے رکھا مگر خلافت الواثق ہی سے وابستہ رہی۔ آخر ۲۹ شوال ۷۸۸ھ (۱۳۸۶ء) کو الواثق نے انتقال کیا۔ یہ دیکھ کر لوگون نے ملک الظاہر برقوق سے سفارش کی کہ اب المتوکل کو مسند خلافت پہ بیٹھنے دیجیے۔ مگر اُس نے سماعت نہ کی۔ اور الواثق کے بھائی زکریا کو بلا کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلی جس نے المعتصم باللہ کا لقب اختیار کیا جو ۲ جمادی الاولی ۷۹۱ھ تک خلیفہ بنا رہا تھا

اس سال ملک الظاہر کو المتوکل کے حال پر ترس آیا۔ اپنی خود رائی و بیباکی پر متاسف ہوا اور المعتصم کو خلافت سے معزول کر کے پھر المتوکل کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مگر اب کی اُس سے قسم کے ساتھ عہد و پیمان لیا گیا کہ ہمیشہ ملک الظاہر کا دوست اور خیر خواہ رہے گا۔ اس کے بعد وہ بے غل و غش مسند خلافت پر جلوہ فرما رہا۔ یہاں تک کہ ۲۸ رجب سنہ [illegible]ھ م سنہ ۱۴۰۵ء میں اس نے دنیا کو رخصت کیا۔ یہ خلیفہ دولتمندی اور صاحب اولاد ہونے میں نہایت ہی اقبالمند تھا۔ ایک سو لڑکے ہوئے۔ جن میں سے چار کو مسند خلافت پر جگہ ملی۔ اور یہ وہ بات تھی جو اور کسی خلیفہ کو نہیں نصیب ہوئی۔ المتوکل کے زمانے میں دولت عثمانیہ روم کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اور عثمان خان کا بیٹا بایزید خان حکومت کر رہا تھا۔ مگر یہ مجال نہ تھی کہ اپنے آپ کو بادشاہ یا سلطان کہے۔ اس لیے کہ یہ عزت کسی بادشاہ کو اُسی وقت حاصل ہو سکتی تھی جب دربار خلافت تسلیم کرے۔ چنانچہ بایزید خان نے سنہ ۷۹۷ھ میں خلیفہ المتوکل کے پاس بہت سے ہدیے تحفے اور نذرانے بھیج کر التجا کی کہ اُسے شاہی کا خطاب عطا ہو۔ متوکل نے اس درخواست کو قبول کیا۔ اور اُس کو "سلطان روم" کا خطاب دیا۔ اس وقت سے فرمانروایان آل عثمان "سلطان روم" کہے جانے لگے۔ اور اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلاطین آل عثمان کو صرف دربار خلافت سے "خلافت اسلام" ہی نہیں ملی بلکہ اُس سے پیشتر سلطنت بھی اسی دربار سے ملی تھی۔

المتوکل نے ابتداءً اپنے بیٹے احمد کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ اور اُس کے لیے المعتمد علی اللہ کا خطاب بھی قرار دے دیا گیا۔ مگر چند روز بعد اُس کو ولی عہدی سے معزول کر کے دوسرے بیٹے ابوالفضل کو ولی عہد خلافت بنا دیا۔ چنانچہ وہی اُس کے بعد خلیفہ ہوا۔ اور اُس نے المستعین کا لقب اختیار کیا۔ وہ آٹھ سال خلافت کر کے سنہ ۸۱۶ھ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۳ء میں معزول کر دیا گیا۔ اور اُس کے بھائی داؤد کے ہاتھ پر بیعت کی گئی جس نے اپنا لقب المعتضد باللہ قرار دیا۔ اور معزول خلیفہ المستعین اسکندریہ میں چلا گیا جہاں وہ سنہ ۸۳۳ھ تک زندہ تھا۔

المعتضد پورے تیس سال تک خلیفہ رہا۔ جب مرنے کا وقت آیا تو اپنے بھائی ابوالربیع سلیمان کو اپنا جانشین قرار دیا۔ چنانچہ ۴ ربیع الاول سنہ ۸۴۵ھ مطابق سنہ ۱۴۴۱ع کو جب وہ مرا ہے تو سلیمان اُس کی جگہ مسند خلافت پر بیٹھ کر المستکفی باللہ کا لقب اختیار کیا۔ المستکفی نے ذی الحجہ سنہ ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ع میں [illegible] پائی۔ اور سلطان مصر اور تمام لوگون نے اُس کے بھائی ابوالبقا حمزہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُس کا لقب [illegible] مشہور ہوا۔

القائم کے زمانے میں ایک [illegible] فوج سلطان مصر کے خلاف ہوگئی تھی۔ اور اُس وقت میں خلیفہ نے بھی فوج کا ساتھ دیا۔ مگر جب [illegible] سلطان کو فوج پر غلبہ حاصل ہوا اور بغاوت فرو ہو گئی تو القائم کی یہ حالت ہوئی کہ سلطان کو منہ نہ دکھا سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے خود ہی جمادی الاولی ۸۵۹ھ مطابق ۱۴۵۵ع میں خلافت سے دست برداری اختیار کر لی اور لوگون نے اُس کے بھائی ابوالعباس یوسف کے ہاتھ پر بیعت کی جس نے اپنا لقب المستنجد باللہ قرار دیا۔ معزول خلیفہ القائم القاہرہ کو چھوڑ کر اسکندریہ میں چلا گیا۔ جہاں ۸۶۳ھ میں اُس نے انتقال کیا۔

المستنجد باللہ نے ۲۴ محرم ۸۸۴ھ یوم شنبہ ۱۴۷۹ع کو دنیا سے رحلت کی۔ اور اپنے بھتیجے سیدی عبدالعزیز ابوالعز یعقوب بن متوکل کو اپنا ولی عہد بنا گیا جس نے المتوکل علی اللہ کا لقب اختیار کر کے خلافت شروع کی۔ جو تقریباً پچاس سال تک مسند خلافت پر جلوہ فرما رہا یہاں تک کہ ۸ محرم سنہ ۹۲۳ھ مطابق سنہ ۱۵۱۷ع کو آل عثمان کا صاحب عظمت وجبروت تاجدار سلطان سلیم خان عساکر مصر کو شکست دے کر قاہرہ میں داخل ہوا۔ اور مصر و شام کے ساتھ عرب اور حرمین شریفین کی حکومت بھی اُس کے قبضہ تصرف میں ہو گئی۔ فتح کے بعد سلطان آخری خلیفہ عباسی المتوکل علی اللہ سے ملا۔ بہ لطف و مرحمت پیش آیا۔ اور اُس کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ میں لے گیا۔ ان مہربانیوں کے معاوضہ میں المتوکل علی اللہ نے دعوا سے

خلافت سے دست بردار ہوکر خلافت اسلامیہ کا حق سلطان سلیم کو دیدیا اور جو علامات و تبرکات خلافت خزانہ خلافت مین علامات خلافت کے طور پر محفوظ تھین ان سب کو سلطان روم کے حوالے کردیئے۔ ان مین سے ایک عہد رسالت کا ایک علم تھا۔ ایک جناب رسول اللہ صلعم کی تلوار تھی اور ایک آپ کی چادر تھی۔ اب اس وقت سے سلطان سلیم نے اپنے القاب مین امیرالمومنین خلیفہ رسول اللہ اور خادم حرمین شریفین کے خطاب اضافہ کرلیے۔

قدردانان دلگداز

ہماری کوشش یہی رہتی ہی کہ دلگداز برابر وقت پر نکلے۔ مگر ارادۃ اللہ غالب علی ارادۃ الناس۔ چھ مہینے گذر گئے نہ دلگداز کا کوئی نمبر شائع ہو سکا نہ دل افروز کا اور نہ ہم سالانہ ناول نذرانہ پیش کرسکے۔ جو دقتین اسکا باعث ہوئین ان کا اظہار بھی ناظرین کرام کی پوری تسلی کرسکے گا۔ اس لیے کہ ہماری متواتر بیماری اور اس سے زیادہ چھاپنے والون کا عنقا ہوجانا۔ اور پریس کا مہینون بند پڑا رہنا ہزار صحیح ہون مگر پرانے عذرات ہین۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے قدردان دلگداز کی سخت جانیون سے بھی واقف ہین۔ وہ نکلے گا۔ اور بہت جلد دونون رسالون کے تمام گذشتہ نمبر حاضر ہوکر ہماری ندامت کو دور کردین گے۔ جنوری اور فروری سنہ ۲۲ء کے پرچے حاضر ہوتے ہین۔ مارچ کا پرچہ اور اسی کے ساتھ اپریل مئی جون کے پرچے اور ناول "عزیزۂ مصر" عنقریب عہ/ کی وی پی حاضر ہون گے۔ بعد کے پرچے ماہ بماہ حاضر ہوتے رہین گے۔ اسی طرح دل افروز کے گذشتہ سال اور سال حال کے پرچے بھی جو تیار کیے جارہے ہین انشاء اللہ تعالی جلد پہونچ جائین گے۔

خاکسار حکیم سراج الحق منیجر دلگداز

مُہذب بک ایجنسی

الفاروق۔ حضرت عمر فاروق کی مفصل سوانح عمری۔ اُن کے کارنامے اور عروج اسلام کی شان۔ ستہ م

الغزالی امام محمد بن غزالی کی سوانح عمری۔ علم کلام اور فن حدیث پر تفصیلی بحث اور فقہ پر ریویو۔ عہ ؎

رامائن کے بعض سین۔ مہاراجہ رام چندر اور راون کی جنگ کے بعض نہایت پُرلطف سین۔ ۴ر

زمانہ اور اسلام۔ مولانا شرر صاحب کی ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نظم۔ ۲ر

محاربات طرابلس۔ "دی ٹرکس ان ٹریپولی" مصنفہ مسٹر بنٹ کا اردو ترجمہ۔ عہ

حیدر علی و ٹیپو سلطان۔ ان دونوں والیان میسور کی مفصل سوانح عمریاں۔ عہ ر

شباب لکھنؤ۔ سلطنت لکھنؤ کے عروج کے زمانے کے چشم دید حالات ایک انگریز سیاح کے قلم سے۔ عہ

سیرۃ العباس۔ آنحضرت صلعم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زندگی کے حالات عمہ

ہندوستان کی موسیقی۔ مولانا شرر صاحب کا ایک لکچر علم موسیقی پر تفصیلی بحث۔ ۴ر

مشاطۂ سخن۔ مستند اور مشاہیر شعرائے ماضی وحال کے شاگردوں کی غزلوں پر اصلاحیں۔ عہ

عطر سخن۔ اکبر، شبلی، حالی اور اقبال وغیرہ کل ۴۶ مقبول عام شعرا کی معرکۃ الآرا نظمیں۔ عہ

(تصانیف خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت)

- آب بقا۔ شعرائے ماضی وحال کا تذکرہ عہ ر
- قواعد میر۔ اردو کے قاعدے جنھیں میر تقی میر نے مرتب کیا تھا۔ ۶ر
- اصلاح زبان اردو۔ متروک الفاظ کی تحقیق۔ ۴ر
- زبان دانی۔ اردو کے مستند قاعدے ۴ر
- ہمجولی شریف بیبیوں کی تعلیم کی کتاب۔ ۔ر
- گلدستۂ ظرافت۔ غم غلط کرنے کا آلہ۔ ۲ر
- شاعری کی پہلی کتاب۔ فن عروض کی عام فہم کتاب ۶ر
- شاعری کی دوسری کتاب۔ تقطیع شعر کا آسان طریقہ ۸ر
- اصول اردو۔ صرف ونحو اردو کی مستند کتاب ۶ر
- نظم نگارین یعنی دیوان جلال عہ دیوان سوم جلال عہ
- دیوان امیر اللہ تسلیم ۱۲ر۔ دیوان خلیل ۱۲ر
- دیوان صبا ۳ر دیوان تعشق ۶ر

(رینالڈز کے ناولوں کے ترجمے)

- الہ دین ولیلی عمہ
- فریب حسن عمہ
- مارگرٹ ۱۰ر
- سوزن عشق عہ
- ویگنر وفنسیڈا عمہ
- لعبت فرنگ عمہ
- روز الیمبرٹ ۸ر
- ولایتی پرستان للعہ
- پاداش عمل حصۂ اول عمہ
- 〃 حصۂ دوم عمہ
- 〃 حصۂ سوم عمہ
- 〃 حصۂ چہارم عمہ

محمد صدیق حسن سرویرائٹر مہذب بک ایجنسی کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ۔

مہذب بک ایجنسی

عبرت کامل ہر سہ حصہ حکیم محمد علی خان صاحب کا مشہور تاریخی ناول ۔ ۸ر

اختر و حسینہ کامل ہر دو حصہ۔ ہار رضا مندی کی شادی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے ۔ عہ۸ر

جعفر و عباسہ تاریخی ناول۔ عورتون کے پردہ نکرنے کے نقصانات ۔ ۱۲ر

اہرام مصری کب و رکس نے ان کو تعمیر کیا۔ ۱ر

تقدیر تقدیر و تدبیر پر عالمانہ بحث ۲ر

اکوما رند اپ کے ہاتھون دو شریف خاندانون کی بادی و بد مقدری و شرح شریف سے عقد بیوگان پر لاثل ۱۲ر

حسن سرور نہایت دلچسپ اچھوتا دل تڑپا دینے والا سچا اور نیا ناول تین حصون میں ۔ ۸ر

نیل کا سانپ کلیوپٹرا اور انتونی کی حسرت بھری داستان ایک دلچسپ تاریخی ناول۔ ۱۲ر

حسن پرست اصول معاشرت کا آئینہ۔ جذبات انسانی کا مد و جزر۔ نہایت پُر مذاق ناول۔ ۶ر

دغا ایک سچا واقعہ ناول کے پیرائے مین بیان کر دیا گیا ہے ۸ر

کرشمۂ رقابت جوش رقابت مین انسان کیا کچھ کر ڈالتا ہے ۲ر

کرسمیکین ایک نوجوان کی چالاکیان اور عیاریان ۲ر

پاربتی ایک بنگالی ناول کا ترجمہ ۔ ۲ر

رادھا رانی ایک بنگالی ناول کا ترجمہ ۔ ۲ر

معرکۂ فرانس ایک لڑکی کا فوجی افسر پر فریفتہ ہونا۔ ۵ر

میدان جنگ فرانس کی خندقون کی لڑائی ان کی طلسمی ساخت اور ہوائی معرکے۔ ۳ر

ہوا باز عشق انگلستان مین ہوائی جہازون کا کیا اثر ہوا۔ ۶ر

سُنہری انگوٹھی میدان جنگ کے واقعات۔ جرمن جاسوسون کی چالاکیان ۔ ۶ر

بسنتی دیوی ایک غریب نیک نفس عفت مآب خاتون کی زندگی کا خاکا۔ ۱۰ر

بنگالی دیوی ایک بوالہوس بڈھے کی شادی مضحکہ خیز ناول۔ ۵ر

نشتر ایک فارسی ناول کا ترجمہ۔ بالکل تیر و نشتر۔ ۶ر

بزم شاہجہانی دارا شکوہ کا تارا پر عاشق ہونا۔ ۱۰ر

مستانی جوگن بنگالی لڑکے اور لڑکی مین بچپن کی محبت ۔ ۶ر

سلیمہ اورنگ زیب کا دکن پر حملہ۔ تانا شاہ سے خونریز لڑائیان ایک دلچسپ ناول کے پیرائے مین ۔ ۴ر

سمندر کی سیر (ہر دو حصہ) فرانس کے ناولسٹ جولیس ورن کے ایک دلچسپ ناول کا ترجمہ۔ عہ۸ر

دو جہان کی سیر مصنفہ میری کوریلی۔ اس کتاب میں فلسفہ جس کی بنیاد مذہب اور روحانیت پر قائم کی گئی ہے۔ بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ عہ۸ر

ماتا سرزمین بابل کی دیوی ماتا کا باعظمت بت کدہ اور اس کی عجیب و غریب حکایتیں۔ بخت نصر کی خونریزیان ۔ ۱۲ر

محمد صدیق حسن پروپرائٹر مہذب بک ایجنسی۔ کٹرہ بزن بیگ خان لکھنو

جام زہر۔ بے عمری کی شادی اور نوجوانی کی غلط کاریوں کے نتائج۔ ۶/

لال کپتان۔ شاہ ماشی تنگرو اور اسمعیل بے کی مشترکہ جنگ کے حیرت انگیز واقعات کے ساتھ عشق کے راز و نیاز کی تصویرین۔ ۶/

دل سوز۔ شہر سومنات پر سلطان محمود غزنوی کا پرجوش حملہ مسئلہ تناسخ پر محققانہ بحث کے ساتھ حسن و عشق۔ ۸/

عقد الجواہر۔ جنھون نے کبھی اس ناول کو دیکھ لیا ہے وہی جانتے ہین کہ کس قدر دلچسپ اور پرلطف ہے قیمت۔ عہ/

رازعشق۔ امریکہ کے مشہور سراغرسان نک کارٹر کی تصنیف خفیہ پولیس کے حیرت انگیز کارنامے۔ عہ/

نگدم۔ سراغرسانی کے لیے بہت ہی مفید ناول اور نہایت دلچسپ۔ ۸/

خوبی قسمت۔ مسمریزم کے ذریعے سے انسان کیونکر قابو مین لایا جاتا ہے۔ عہ/

محبوس گنشت۔ ناول کے پیرائے مین جنگ سومنات کی پوری تاریخ۔ ۱۰/

معشوقۂ عرب۔ عربون اور ترکون کے طرز معاشرت پر ایک نہایت اچھوتا ناول۔ ۱۰/

سبز باغ۔ مسلمانون کی فضول خرچی اور عیوب کا نتیجہ۔ قیمت ۳/

الو کی دم فاختہ۔ ظرافت کا گنجینہ۔ حماقت کا سفینہ ایک طرف ظرافت ایک طرف نصیحت۔ ۴/

بادشاہ سلامت۔ خودسر رعایا کی سرکشی اور خاندان شاہی کی تباہی مگر بادشاہ کا خفیہ طور پر رعایا کا ساتھ دینا اور فتح کے بعد کاری زخم کھا کر گرنا اور اس وقت سب کا اسے پہچان کر شکریے کے آنسو بہانا ۱۴/

مکار سرپرست۔ بوڑھے سرپرست کی مکاری دغابازی اور آخر کار مکافات عمل کا سبق۔ عہ/

متوالی بیراگن۔ پانی پت کی سب سے آخری جنگ پر ایک تاریخی ناول۔ احمد شاہ ابدالی اور مرہٹون کی مشہور لڑائی۔ مادھوجی سندھیا اور ایک بیراگن کا عشق۔ عہ/

پی کہان۔ رتن ناتھ سرشار کا مشہور ناول ۴/

گنجینۂ سراغرسانی۔ یہ ناول خفیہ پولیس کے لیے ایک ہدایت نامہ اور تفتیش کرنے والون کا سچا رہنما ہے۔ قیمت ہر چہار حصہ عہ/

برکات سلطانی۔ علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے مختصر حالات۔ ۶/

اسرار ادویہ۔ انگریزی پٹینٹ دواؤن کے نسخے۔ ۸/

داستان مریخ۔ اس سیارہ کے متعلق علمی تحقیقات۔ ۱۰/

صبح امید۔ مولانا شبلی مرحوم کی مشہور نظم ۲/

بوالہوس۔ منگنی اور نسبت پر عورتون کا استقلال۔ عہ/

فریب نیرنگ۔ دلچسپ حیرت انگیز واقعات ۴/

ایک شاعر کا انجام۔ ناول مصنفہ حضرت نیاز ۲/

جفا و وفا۔ معشوقہ کی وفاداری عاشق کی دغابازی۔ ۱۲/

علمی ثمرہ۔ نہایت دلچسپ ناول۔ ۴/

دنیائے اسلام اور عیسائیت۔ ۶/

دلگداز

مولنا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹریچر سے بھر دیا خریدیے اور ان کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو مولنا ممدوح کا ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال بعد کے چندے اور محصول ڈاک پر وی پی روانہ کر دیا جاتا ہے قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ/ دلگداز کا وی پی عہ/ کا اور ناول کا وی پی اس کا محصول بڑھا کے عہ/ کا بھیجا جاتا ہے۔

دلگداز کی مکمل جلدین		دلگداز کی مکمل جلدین		دلگداز کی نامکمل جلدین	
جلد سنہ ۱۹۰۰ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۲ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۰۱ء	۱۰/
جلد سنہ ۱۹۰۵ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۴ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۰ء	۱۵/
سنہ ۱۹۰۶ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۵ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۱ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰[illegible]ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۶ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۳ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹[illegible]ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۷ء	عہ/	منتخب مضامین سنہ ۱۸۸[illegible]ء (۱۰ رح)	عہ/

دل افروز

ناولون کے شائق خصوصاً مولنا شرر کے ناولون کے شیدا اس رسالے کو ضرور خریدفرمائین جس مین ہمیشہ دو نئے ناولون کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مجموعی صفحات ٹائٹل کے علاوہ (۳۲) ہوتے ہین۔ پہلا ناول مولنا کا طبع زاد ہوتا ہے۔ اور دوسرا انگریزی کے کسی ناول کا ترجمہ۔ سالانہ چندہ مع محصول ڈاک (عہ/) ہر سال اپریل سے دل افروز کا سال شروع ہوتا ہے اور اپریل کا پرچہ دو روپیہ ایک آنہ (عہ/) پر وی پی بھیج کے سالانہ چندہ وصول کر لیا جاتا ہے نمونے کے واسطے ۳/ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

مینیجر دلگداز و دل افروز

مورخ

مینیجر دلگداز

اعلیٰ لٹریچر اور خالص تاریخ کا ایک ماہانہ رسالہ جس مین مختلف مضامین نہین بلکہ تاریخین سلسلہ وار شائع ہوتی ہین اور ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ چند برس کے اندر آپ کی زبان مین تمام قومون اور ملکون کی مبسوط اور ضخیم اور مفصل و واضح تاریخین پیدا ہو جائین گی۔

فی الحال مورخ مین مولنا شرر صاحب کی مشہور تاریخ ارض مقدس کے ۸ صفحے ہوتے ہین اور اس کے بعد ۳۲ صفحون پر کانڈی کی مشہور تاریخ دولت ہسپانیہ عرب کا ترجمہ پورا رسالہ ۵ جز یعنی ۸۰ صفحون پر ہوتا ہے مورخ کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ رکھا گیا ہے اور محصول ڈاک ۶/ پرچہ رسالہ ۵ پر مورخ جاری کر دیا جائے گا نمونے کے لیے ۸ مرحمت ہون ہمین حامیان زبان اردو اور مولنا شرر کے لٹریچر کے قدر دانون سے امید ہے کہ اس رسالہ کی ضرور مربی گری کرین گے اس کا خریدنا زبان اردو کی بھی خدمت ہے توجہ فرمایئے قدر کو تشہیر کیجیے اور خود اپنی اور اپنی زبان کی خدمت کیجیے۔

المشتہر

محمد صدیق حسن اسسٹنٹ ایڈیٹر دلگداز و ایڈیٹر مورخ کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

بے نظیر سرمہ

یہ مدتون کا آزمایا ہوا ایسا عجیب سرمہ ہے کہ صدہا آدمیون کو فائدہ ہوا اور بہتون سے عینک چھوٹ گئی۔ چاہیے منگا کے امتحان کر لیجیے

المشتہر

مقتدا خان قتدا خان۔ کٹرہ انور خان لکھنؤ

مین تصدیق کرتا ہون کہ مین بھی اسی سرمہ کو لگایا کرتا ہون۔ اور مجھے اس سے واقعی راحت پہونچتی ہے۔ اور اکثر لوگون سے اس کے سود مند ہونے کا حال بھی سنتا رہتا ہون۔

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز

تصانیف مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر

تاریخ و سوانح عمریاں

(۱) جنید بغدادی۔ حضرت جنید کے حالات۔
(۲) ابوبکر شبلی۔ حضرت شبلی کے حالات۔
(۳) تاریخ سندھ۔ عرب کے فتوحات سندھ کی محققانہ تاریخ
(۴) عصر قدیم۔ اقوام سلف کی نہایت واضح تاریخ
(۵) حروب صلیبیہ۔ انگریزی سے ترجمہ اور مرتب و تحشی
(۶) محاکم امر سیمین۔ حضرت سرور عالم صلعم کے حالات
(۷) عرب قبل از اسلام۔ تاریخ میں معدوس کی تیسری جلد
(۸) خواجہ معین الدین۔ حضرت خواجہ اجمیری کے حالات۔
(۹) سکینہ بنت حسین۔ جناب سکینہ بنت امام حسین
(۱۰) افسانۂ قیس۔ مجنون عامری کے حالات۔
(۱۱) حسن بن صباح۔ بانی فرقۂ باطنیہ اسماعیلیہ
(۱۲) قرۃ العین۔ ایک مجتہد زادی کے حالات۔
(۱۳) شیریں ملکۂ عجم۔ فرہاد و خسرو کی نامور معشوقہ۔
(۱۴) ملکۂ زنوبیہ۔ سلف کی ایک عربی شہزادی ملکہ

ناول

(۱۵) جویائے حق۔ حضرت رسول صلعم کی سوانح عمری بطور ناول حصۂ اول، حصۂ دوم
(۱۶) ایک خرمی۔ سلطنت عباسیہ کے زمانے کا ایک تاریخی قصہ
(۱۷) خونخوار فاتح۔ ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول۔
(۱۸) الفانسو۔ ایک عاشقانہ تاریخی ناول۔
خوفناک محبت۔ ہندوستانی شریف زادیوں کی پاکدامنی دیہات کی اس سے اچھی تصویر نہیں ہو سکتی۔
حسن ... حرام پور کے نواب کی سرگذشت
دربار حرام پور۔ حرام پور کے نواب کے اور حالات دوسرا حصہ

(۲۲) غیب دان دلہن۔ حیرت انگیز عیب دانی۔
(۲۳) درستۃ الکبریٰ۔ روم پر کامیاب لوگو کا حملہ
(۲۴) ماہ ملک۔ غزنویوں کا عروج۔
(۲۵) لعبت چین۔ پہلی صدی ہجری کا تاریخی ناول
(۲۶) ایام عرب۔ جاہلیت عرب کی تصویر مکمل دو جلد
(۲۷) مقدس نازنین۔ ایک حبشیہ کا پوپ بن جانا۔
(۲۸) شوقین ملکہ۔ روسی صحابی لڑائی۔
(۲۹) قیس و لبنیٰ۔ عہد صحابہ کا ایک سچا عشق۔
(۳۰) فلورا فلورنڈا۔ اندلس میں سلطنت عرب۔
(۳۱) آغا صادق کی شادی۔ ایک عجیب قصہ
(۳۲) فتیانا۔ عہد صحابہ کا ایک سچا واقعہ
(۳۳) فردوس بریں۔ جیتے جی جنت کی سیر
(۳۴) یوسف نجمہ کا ل۔

متفرقات

(۳۵) الحکم الرفاعیہ۔ معرفت میں سید احمد رفاعی کے ایک رسالے کا ترجمہ۔
(۳۶) سرسید کی دینی برگشتگی۔
(۳۷) ہندوستان کی موسیقی۔ مولانا شرر کا لکچر
(۳۸) اردو سے ہندوستان کا تعلق
(۳۹) زمانہ اور اسلام۔ مولانا شرر کی مشہور نظم
(۴۰) شب وصل۔
(۴۱) شب غم

متفرق مطبوعات دلگداز پریس

(۴۲) تالیق بی بی۔ میاں کی حرکتوں پر بی بی کا نکتہ
(۴۳) مسلمان مہاجران ہند
(۴۴) پاداش عمل۔ ایک نہایت دلچسپ ناول ... کا ترجمہ حصۂ اول، حصۂ دوم، حصۂ سوم
(۴۵) دولت ہسپانیہ۔ ترجمہ تاریخ کانڈی حصۂ اول، حصۂ دوم، حصۂ سوم

حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ